بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوت الفواد

فی

شرح قصیدۃ بانت سعاد

۲۰۲۳ء

رحمت قصیدہ بانت سعاد

۱۴۴۵ھ

ناظم قصیدہ

شاعر بے مثیل، صحابیٔ جلیل حضرت سیدنا کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ وتشریح

شہزادۂ رئیس ملت سید نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی

ناشر

رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر، خانقاہِ شاہِ میراں، کھمبات شریف، ضلع آنند، گجرات

سلسلۂ اشاعت نمبر: ۴

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

تفصیلات

نام کتاب : قوت الفوادفی شرح قصیدۃ بانت سعاد

ترجمہ وتشریح :شہزادۂ رئیس ملت، سیّد نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی

نظر ثانی و تقدیم :حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہٗ العالی

شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، وسابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی

تزئین وکمپوزنگ :خان پرنٹرس، نزد کوتوالی تھانہ، شہر بستی، یوپی

سنہ اشاعت :۱۴۴۶ھ / ۲۰۲۴ء

تعداد :۱۱۰۰

صفحات :184

ناشر :رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر، کھمبات شریف، گجرات

BOOK'S NAME :Qut-Al- Fuwad fi Sharh-e-Qaseeda Banat Sua'ad

TRANSLATED BY : SYED NIZAMI ASHRAF ASHRAFI JILANI MIRANI

PUBLISHING YEAR: 1446A.H/2024 C.E

PUBLISHED BY: RAIS-E-MILLAT ISLAMIC RESEARCH CENTRE. KHAMBAT SHAREEF, GUJRAT

ملنے کے پتے:

① رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر، کھمبات شریف، گجرات

② خانقاہِ عالیہ سرکار شاہِ میراں و جامعہ فیضانِ اشرف رئیس العلوم،

اشرف نگر، کھمبات شریف، ضلع آنند، گجرات۔ الہند۔

مولای صل وسلم دائما ابدا

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب ومن عجم

فہرست مضامین

(۱) شرف انتساب 7
(۲) عرض حال از شارح 8
(۳) دعائیہ کلمات از رئیس ملت مد ظلہ العالی 14
(۴) کلمات تبریک از معین المشائخ مد ظلہ العالی 16
(۵) تقریظ جلیل از علامہ محمد اسحاق افتخار القادری 17
(۶) تقریظ جمیل از علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی 21
(۷) تقدیم از علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی 26
(۸) قصیدۃ "بانت سعاد" 42
(۹) منظوم ترجمہ: قصیدۃ "بانت سعاد" 45
(۱۰) بَانَتْ سُعَادُ فَقَلبِيْ الْيومَ مَتْبُوْلٌ 49
(۱۱) وَمَا سُعادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ رَحلُوْا 52
(۱۲) هَيفاءُ مُقبِلَةً عَجزاءُ مُدْبِرَةً 54
(۱۳) تَجْلُو عَوارِضَ ذِي ظَلْم إِذَا ابْتَسَمَتْ 56
(۱۴) شُجَّتْ بِذِي شَبَم مِنْ مَّاءِ مَحْنِيَةٍ 58
(۱۵) تَنْفِی الرِّياحُ القَذٰى عَنْه وَأَفرَطَهُ 60
(۱۶) أَكْرِمْ بِهَا خُلَّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ 62
(۱۷) لَكِنَّها خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِن دَمِهَا 64
(۱۸) فَما تَدومُ عَلى حالٍ تَكونُ بِها 66
(۱۹) وَما تَمَسَّكُ بِالعَهْدِ الَّذي زَعَمَتْ 68
(۲۰) فَلا يَغُرَّنْكَ ما مَنَّت وَما وَعَدَت 70
(۲۱) كَانَت مَواعيدُ عُرْقُوْبٍ لَهَا مَثَلاً 72
(۲۲) أَرجو وَآمُلُ أَن تَدْنُوْ مَوَدَّتُها 73

(۲۳) أَمسَتْ سُعادُ بِأَرْضٍ لَا تُبَلِّغُهَا........................ 76
(۲۴) وَلَن يُبَلِّغَهَا إِلّاَ عُذافِرَةٌ........................ 78
(۲۵) مِن كُلِّ نَضّاخَةِ الذِّفرىٰ إِذَا عَرِقَتْ........................ 80
(۲۶) تَرْمِيْ الْغُيُوْبَ بِعَيْنَيْ مُفْرَدٍ لَهَقٍ........................ 82
(۲۷) ضَخمٌ مُقَلَّدُهَا فَعَمٌ مُقَيَّدُهَا........................ 85
(۲۸) غَلْبَاءُ وَجْنَاءُ عُلْكُوْمٌ مُذَكَّرَةٌ........................ 87
(۲۹) وَجِلْدُهَا مِنْ أَطُوْمٍ لَا يُؤَبِّسُهُ........................ 89
(۳۰) حَرفٌ أَخُوْهَا أَبُوْهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ........................ 91
(۳۱) يَمشِي القُرادُ عَلَيها ثُمَّ يُزلِقُهُ........................ 93
(۳۲) عَيرانَةٌ قُذِفَت بِالنَّحْضِ عَن عُرُضٍ........................ 95
(۳۳) كَأَنَّما فَاتَ عَينَيها وَمَذبَحَها........................ 97
(۳۴) تَمُرُّ مِثْلَ عَسِيْبِ النَّخْلِ ذا خُصَلٍ........................ 99
(۳۵) قَنْواءُ فِي حُرَّتَيها لِلبَصيرِ بِها........................ 101
(۳۶) تَخدي عَلى يَسَراتٍ وَهيَ لاحِقَةٌ........................ 103
(۳۷) سُمرُ العُجاياتِ يَترُكنَ الحَصىٰ زِيَماً........................ 104
(۳۸) كَأَنَّ أَوبَ ذِراعَيها وَقَد عَرِقَت........................ 106
(۳۹) يَوماً يَظَلُّ بِهِ الحِرْبَاءُ مُصْطَخِداً........................ 109
(۴۰) وَقالَ لِلقَوْمِ حَادِيْهِمْ وَقَد جَعَلَتْ........................ 111
(۴۱) شَدَّ النَّهارِ ذِرَاعًا عَيْطَلٍ نَصَفٍ........................ 113
(۴۲) نَوّاحَةٌ رِخوَةُ الضَبْعَيْنِ لَيسَ لَهَا........................ 115
(۴۳) تَفرِي اللَّبَانَ بِكَفَّيها وَمِدرَعُها........................ 117
(۴۴) يَسعى الوُشاةُ جَنابَيها وَقَولُهُمْ........................ 119
(۴۵) وَقالَ كُلُّ خَلِيلٍ كُنتُ آمُلُهُ........................ 121
(۴۶) فَقُلتُ خَلّوا سَبِيْلِي لا أَبَا لَكُمْ........................ 123

(۴۷) كُلُّ ابْنِ أُنثىٰ وَإِن طالَتْ سَلامَتُهُ.......................... 125
(۴۸) أُنبِئتُ أَنَّ رَسولَ اللهِ أَوعَدَني.......................... 127
(۴۹) مَهلاً هَداكَ الَّذي أَعطاكَ نافِلَةَ ال.......................... 129
(۵۰) لا تَأَخُذَنّي بِأَقوالِ الوُشاةِ وَلَم.......................... 131
(۵۱) لَقَد أَقومُ مَقاماً لَو يَقومُ بِهِ.......................... 133
(۵۲) لَظَلَّ يُرعَدُ إِلّا أَن يَكونَ لَهُ.......................... 133
(۵۳) حَتّٰى وَضَعتُ يَمِينِيْ لَاْ أُنازِعُهُ.......................... 136
(۵۴) لَذاكَ أَهْيَبُ عِندي إِذْ أُكَلِّمُهُ.......................... 138
(۵۵) مِنْ ضَيْغَم بِضَرَاءِ الأَرْضِ مُخْدَرَهُ.......................... 140
(۵۶) ما زِلتُ أَقتَطِعُ البَيداءَ مُدَّرِعاً.......................... 141
(۵۷) يَغدو فَيَلحَمُ ضِرغامَين عَيشُهُما.......................... 143
(۵۸) إِذا يُساوِرُ قِرناً لا يَحِلُّ لَهُ.......................... 145
(۵۹) مِنهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الجَوّ ضامِرَةً.......................... 146
(۶۰) وَلا يَزالُ بِوادِيهِ أَخو ثِقَةٍ.......................... 148
(۶۱) إِنَّ الرَسولَ لَسَيفٌ/لَنُوْر يُستَضاءُ بِهِ.......................... 149
(۶۲) في عُصبَةٍ مِن قُرَيشٍ قالَ قائِلُهُم.......................... 151
(۶۳) زَالوا فَمازالَ أَنكاسٌ وَلا كُشُفٌ.......................... 153
(۶۴) شُمُّ العَرَانِينِ أَبطالٌ لَبُوسُهُمُ.......................... 155
(۶۵) بيضٌ سَوابِغُ قَد شُكَّت لَهَا حَلَقٌ.......................... 157
(۶۶) لَا يَفرَحُوْنَ إِذَاْ نَالَتْ رِمَاحُهُمُ.......................... 159
(۶۷) يَمْشُوْنَ مَشْيَ الجِمالِ الزُّهْرِ يَعصِمُهُم.......................... 160
(۶۸) لَاْ يَقَعُ الطَعنُ إِلّا فِي نُحُوْرِهِمُ.......................... 162
(۶۹) **تعارف**.......................... 164
(۷۰) **یادداشت**.......................... 181

شرف انتساب

شہزادۂ حضور غوث اعظم، والد ماجد سرکار شاہ میراں، حضرت سیدنا ابوالفضل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(بغداد شریف)

تارک سلطنت، شاہ شاہان طریقت، القدوۃ الکبریٰ، اوحد الدین والدنیا، غوث العالم، محبوب یزدانی، میر کبیر، مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کچھوچھہ مقدسہ)

والدۂ ماجدہ سرکار شاہ میراں، حضرت سیدہ بی بی سکینہ المعروف روحانی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(کھمبات شریف)

قطب ربانی، محبوب غوث جیلانی، محبوب الاولیا، نبیر گان غوث اعظم، سرکار شاہ میراں حضرت پیر میراں سید علی و سید ولی رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کھمبات شریف)

امام المتکلمین، رئیس المحدثین حضرت علامہ سید نہال اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(ناناجان حضور رئیس ملت بسکھاری شریف)

گل گلزار اشرفیت، علیم ملت، حضرت سید شاہ علیم اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(والد ماجد حضور رئیس ملت بسکھاری شریف)

عرض حال

اَلْحَمْدُ للہ مُنْشِءِ الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٖ ثُمَّ الصَّلَاۃُ عَلیٰ الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمٖ

وَالْآلِ وَالْصَّحْب ثُمَّ التَّابِعِیْنَ فَھُم اَھْلُ التُّقیٰ وَالنُّقَا وَالْحِلْم وَالْکَرَمٖ

مدحُ الرسولِ عبادۃٌ وتقرُّبٌ

للہ فاسعَوا لِلْمَدَائِحِ واطرَبُوا

فَبِمَدْحِہِ البَرَکَاتُ تَنْزِلُ جمّۃ

وبمدحِہٖ مرُّ الحناجِرِ یَعْذُبٌ

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن مجید وفرقان حمید میں اپنے برگزیدہ پیغمبر، شافع محشر، افضل الرسل، ہادی السبل، رحمت عالم، نور مجسم، سرور کائنات، فخر موجودات، حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے محاسن ومناقب کا جابجا ذکر فرمایا ہے، آپ کی مقدس زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے، جسے پروردگار عالم نے تشنۂ بیان چھوڑا ہو۔ مثلاً:

(۱) نبی محترم رسول محتشم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تمام انبیائے سابقین پر تفوق اور برتری۔

(۲) سارے عالم پر آپ کی قدرت وتصرفات کا نفاذ۔

(۳) آپ کے اوصاف جمیلہ اور اخلاق حمیدہ وشمائل جلیلہ کا ذکر جمیل۔

(۴) بارگاہِ رب العزت میں آپ کا غایت درجہ تقرب واعزاز اور معراج اور اپنے دیدار سے سرفرازی

(۵) بے مثال شانِ عبدیت۔

(۶) محبوبیت کبری۔

(۷) نبوت ورسالت جیسے منصب جلیل میں نمایاں شانِ امتیاز۔

(۸) تمام موجودات عالم پر آپ کی محبت اور اتباع کی فرضیت اور اس کی بجاآوری کے بارے میں پختہ میثاق اور قول وقرار۔

(۹) آپ سے نسبت رکھنے والی اشیاء کی بھی قسم سے عزت افزائی اور تکریم

(۱۰) آداب بارگاہِ رسالت کے التزام کی سخت تاکید

(۱۱) خلق خدا کے لیے آپ کا سراپا رحمت اور خیر وبرکت ہونا۔

اللہ جل مجدہ الکریم نے اپنی مقدس کتاب عظیم میں متعدّد مقامات پر مختلف جہات سے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی مدح سرائی فرمائی ہے، ایسی مدح وستائش انسان کی فکری قوتِ پرواز اور اس کی ذہنی وسعت کی حدوں سے بالاتر اور ماوراہے۔

قرآن مقدس میں رسول اقدس ﷺ کی بے مثال تعریف وتوصیف، مدح وثناء، تعظیم وتوقیر، عزت ورفعت، شان وشوکت، علو وفضیلت، مقام ومنزلت، وصف وصفت وغیرہ جس قدر سلیقے اور جس خوب طریقے اور جس عمدہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے وہ اہل فکر ونظر پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ مقدس قرآن کے اوراق آپ کی نعتِ مبارک کے آبدار نمونوں سے جگمگا رہے ہیں، کچھ جھلکیاں پیشِ خدمت ہیں ملاحظہ کریں۔

❁ رب کریم نے اپنے کلام مقدس میں کہیں ﴿وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ ارشاد فرماکر آپ کو غایت درجہ رفعت شان عطافرمائی۔

❁ کہیں ﴿وانك لعلیٰ خُلُقٍ عَظِيۡمٍ﴾ کے تمغائے اعزاز سے نوازا۔

❁ کہیں ﴿مَا وَدَّعَكَ﴾ اور ﴿مَا قَلیٰ﴾ سے قلبِ محزون کو تسلی بخشی گئی۔

❁ کہیں ﴿وماكان الله لعذبهم وانۡتَ فِيۡهِمۡ﴾ سے آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کو اجتماعی قہر وعذاب سے حفظ وامان کا ذریعہ بتایا۔

❁ کہیں ﴿لَقَدۡ مَنَّ اللهُ علی المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً﴾ ارشاد فرماکر آپ کی ذات مقدسہ کو رب العالمین کی نعمت عظمیٰ قرار دیا۔

❁ کہیں ﴿لاتَرۡفَعُوۡا اصواتكم فوق صوت النبی۔۔۔﴾ ارشاد فرماکر درِ محبوب

کے خصوصی آداب کی پر زور تلقین فرمائی۔

✿ کہیں ﴿مَا اٰتَاکُمُ الرسول فخذوہ﴾ کے ارشاد سے آپ کے آپ کے اقوال وافعال کی حجیت وسند کا اعلان کیا۔

✿ کہیں ﴿رحمۃ للعلمین﴾ کا طغرائے امتیاز عطا کیا۔

✿ کہیں ﴿قَابَ قَوْسَیْن﴾ کے ذریعہ قربِ خاص کے درجہ کو واضح کیا۔

غرض قرآن مقدس کے اوراق آپ کی ستائش کے آبدار نمونوں سے جگمگا رہے ہیں۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحٰی ترے چہرۂ نورِ فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم
ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام وبقا کی قسم

مصطفی جان رحمت ﷺ کی شان وعظمت کو بیان کرنا آپ کے فضائل ومناقب میں رطب اللسان رہنا لاریب اسوہ قرآن اور شیوہ رحمٰن ہے جو کہ باعث خیر وبرکت، ثواب ورحمت اور سبب رفع رنج وکلفت ہے۔ اس لیے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان کرنا اور آپ کی بارگاہ ناز میں نعت پاک کے گلہائے عقیدت نذر کرنا یقیناً بڑی سعادت مندی وفیروز بختی کی بات ہے کیوں کہ آپ کے عشق ومحبت میں سرشار ہو کر آپ کا ذکر جمیل کرنے سے فکر کو پاکیزگی، قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔

بفضل خداوند قدوس اس سنت الٰہیہ پر لاتعداد خوش نصیبوں اور نیک بختوں نے بھرپور عمل کیا اور فرحت دوام وعزت مدام کے تاج زریں سے سرفراز وممتاز کیے گئے انہی خوش بختوں میں ایک انتہائی نمایاں اور شہرۂ آفاق نام مداح خیر الانام صحابی جلیل

حضرت سیدنا کعب بن زہیر بن ابی سلمی المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے، جنھوں نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک عظیم الشان قصیدہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جسے دینی و ادبی حلقوں میں "قصیدۂ لامیہ"، "قصیدہ بردہ" اور "قصیدہ بانت سعاد" جیسے ناموں سے غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ بارگاہ رسول کریم رؤف ورحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں اس قصیدے کو بے مثال مقبولیت اور پذیرائی نصیب ہوئی اور اس قصیدہ کو نظم کرنے والے بارگاہ محبوب رب العالمین سے ردائے مقدس (بردہ) کی خلعت فاخرہ سے سرفراز کیے گئے۔ اس پاکیزہ قصیدہ کے فیوض وبرکات بیان سے باہر ہیں عشاق رسول علیہ السلام کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ اس قصیدہ کے پڑھنے والے کو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا پسندیدہ امتی ہونے کی بشارت اور نوید جانفزا سنائی ہے۔ ہم یہاں اس بارے میں وارد روایتوں میں سے صرف دو روایتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۱) روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات وازکی التحیات کی بارگاہ بیکس پناہ میں "قصیدہ بانت سعاد" کے اشعار پڑھنا شروع کیے تو سن کر آقائے دو جہاں مالک کون ومکاں علیہ التحیۃ والثنا پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا: "اَنَا ضَامِنٌ لِقَائِلِهَا وَسَامِعِهَا وَحَافِظِهَا بِدُخُولِ الجَنَّةِ"۔[۱]
یعنی میں اس کے کہنے والے، سننے والے اور یاد کرنے والے کیلئے جنت میں داخلے کا ضامن ہوں۔

اسی طرح احمد بن محمد المقری التلمسانی نے "نفح الطیب عن غصن

۱: (المستدرک علی الصحیحین للحاکم رقم الحدیث ۶۴۷۷/ ۵۰۷۵ ج ۳ ص ۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳ کتاب الاغانی لابی الفرج الاصفھانی (م ۳۵۶ھ)، اخبار کعب بن زھیر ج ۱۷ ص ۹۲)

الاندلس الرطیب" میں ابو جعفر الالیری کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس قصیدے کی وقعت اور مقبولیت کا ایک مختلف رخ سامنے آتا ہے چنانچہ ابو جعفر الالیری کہتے ہیں: حَدَّثَنِی بَعضُ شُیُوخِنَا بِالإسکَندَرِیَّۃِ بِاِسنَادِہٖ اَنَّ بَعضَ العُلَمَاءِ کَانَ لَا یَستَفتِحُ مَجلِسَہ اِلَّا بِقَصِیدَۃِ کَعبٍ فَقِیلَ لَہ فِی ذٰلِكَ فَقَالَ رَأیتُ رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقُلتُ یَا رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَصِیدَۃُ کَعبٍ اَنشَدَھَا بَینَ یَدَیكَ فَقَالَ نَعَم وَاَنَا اُحِبُّھَا وَاُحِبُّ مَن یُّحِبُّھَا قَالَ فَعَاھَدتُّ اللہَ اَنِّی لَا اَخلُو مِن قِرَاءَتِہَا کُلَّ یَوم "[1]

اسکندریہ میں ہمارے بعض شیوخ نے ذکر سند کے ساتھ ہم سے یہ بیان کیا کہ بعض علما اپنی ہر مجلس کا آغاز حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدے سے کرتے تھے جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا حضرت کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ آپ کے روبرو پیش کیا تھا؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایاہاں اور میں اس قصیدے کو پسند کرتا ہوں اور جو اسے پسند کرے اس کو بھی پسند کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ اسی دن سے میں نے عہد کرلیا کہ روزآنہ اس کو پڑھا کروں گا۔

بارگاہ رسالت میں اس مقدس قصیدہ اور اس کے پڑھنے والے کی مقبولیت اور محبوبیت کے پیش نظر میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوئی کہ اس عظیم الشان اور بارگاہ سید الانس والجان علیہ الصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان میں قبولیت کے اعزاز سے بہرہ ور اس قصیدے پر حسب بساط کچھ کام کیا جائے اور افادہ عام کے لیے منظر عام پر لایا جائے۔

ا: نفح الطیب: احمد بن محمد المقری، ص ۲۵۴

بس اسی مقصد و مرام کے تحت کام کا آغاز کیا اور بتائید حق تعالی و بنصرت حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختصر سے عرصے میں کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔فالحمدللہ علی ذالك حمدا كثيرا طيبا مباركا.

مجھے برملا اعتراف ہے کہ اس مقبول و مسعود قصیدے پر کام کرنا یقیناً میرے لیے بڑے اعزاز اور فخر و شرف کی بات ہے۔

اس موقع پر میں اپنے مشفق ورہنما استاذ خلیفہ حضور رئیس ملت ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دام ظلہ العالی والنورانی کا بصمیم قلب شکرگزار ہوں کہ آپ نے قدم قدم پر رہنمائی و حوصلہ افزائی کی اور کتاب ھذا کے لیے ایک مبسوط تقدیم بھی تحریر فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر کے جملہ اراکین کا بھی بے حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنھوں نے حسب سابق اس کتاب کو بھی دیدہ زیب انداز میں شائع کرنے کی ذمہ داری قبول فرمائی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے اور مجھے مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاه النبی الامين عليه وعلى آله وصحبه افضل الصلاة واكرم التسليم .

خاکپائے

شاہ سمناں، شاہ میراں وروحانی ماں

سید نظامی اشرف الجیلانی میرانی

ولی عہد آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں و سربراہ اعلی جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم و شاہ میراں پبلک اسکول (انگلش میڈیم) اشرف نگر کھمبات شریف گجرات انڈیا

۱۴/ستمبر ۲۰۲۴ء بروز شنبہ

*****

دعائیہ کلمات

پیر طریقت، رہبر شریعت، مظہر کراماتِ غوث اعظم، رئیس دین وملت، ابوالایتام
حضرت علامہ الحاج الشاہ سید رئیس اشرف اشرفی الجیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں وبانی جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم اشرف نگر کھمبات شریف گجرات انڈیا

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم وبعد

فرزندارجمند قرۃ العین سید نظامی اشرف اشرفی الجیلانی میرانی اطال اللہ عمرہٗ کو اللہ رب العزّت جلا شانہ نے علم و آگہی کی دولت سے جس قدر مالا مال کیا ہے، اسی قدر خدمت دین متین کا جذبہ بھی ان کے قلب سلیم میں راسخ فرمایا ہے اور اس فضل خاص پر جتنا بھی بارگاہ الوہیت میں شکرانہ پیش کیا جائے کم ہے۔لك الحمد یا اللہ حمدا طیبا دائما سرمدا۔

دو چند سال پیشتر پسر عزیز نے میرے ایما پر تصنیف و تالیف کی جانب خصوصی توجہ دی اور خوب محنت وانہماک سے کام کیا اس طرح سال گزشتہ ان کی تصنیفات و تالیفات کا اشاعتی سلسلہ شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ چند کتابوں کو منظر عام پر لے آئے۔

جس کی ایک کڑی ’’قوت الفوادفی شرح قصیدۃ بانت سعاد[۲۰۲۳ء]‘‘بھی ہے انھوں نے کتاب ھذا کو سال گزشتہ کے اوائل میں ’’رحمت قصیدہ بانت سعاد [۱۴۴۵ھ]،، کے تاریخی نام سے لکھا اور رواں سال ۸۰۵ویں عالمی روحانی سالانہ عرس مقدس نبیرگان غوث اعظم سرکار شاہ میراں لقد رضِی المولی عنہما کے حسین و پر بہار موقع پر شائع وعام کرنے کی خوب صورت کوشش کی بفضل الٰہی ان کی یہ تیسری کاوش ہے جو زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عنقریب علمی حلقوں میں پزیرائی حاصل کرے گی ان شاءاللہ الرحمٰن۔

سلسلہ واران کی یہ قلمی خدمات دیکھ کر مجھے قلبی سکون فراہم ہورہا ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر پسر سعید کے علم، عمل، عمر، صحت و توانائی اور ہر کار خیر میں بے شمار برکت نصیب فرمائے اوراس کاوش کو شرف قبولیت سے مشرف فرماکر مقبولِ انام بنائے۔

اور مزید دینی وملی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی وآلہ الامجاد

سید رئیس اشرفی الجیلانی میرانی
صاحب سجادہ و متولی آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں کھمبات شریف
وارد حال خانقاہ شاہ میراں فلوریال ماریشس
۲۶ صفر المظفر ۱۴۴۶ھ مطابق استمبر ۲۰۲۴ء بروز یکشنبہ

*****

کلمات تبریک

پیر طریقت، رہبر شریعت، گل گلزار اشرفیت، شہزادہ شہید راہ مدینہ، معین المشائخ
حضرت علامہ الحاج الشاہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ
صاحب سجادہ آستانہ عالیہ حضور مخدوم پاک کچھوچھہ مقدسہ وصدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما

بحمدہ تعالیٰ و تقدس

قلمی خدمات بہت بڑی خدمات ہیں اس لیے ہمارے مابین جو حضرات قرطاس وقلم سے وابستہ ہیں ان کی خاطر خواہ پذیرائی و حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

اہل علم کی قدر دانی کرنے اور ان کی کاوشوں کو سراہنے سے ان کے اندر کا جذبۂ کار خوب برانگیختہ ہوگا اور مزید قلمی خدمات انجام دینے میں انھیں تقویت محسوس ہوگی۔

زیر نظر کتاب ”قوت الفواد فی شرح قصیدۃ بانت سعاد“[۲۰۲۳ء] مسمی باسم تاریخی ”رحمت قصیدہ بانت سعاد“[۱۴۴۵ھ] ہمارے خاندان والا شان الشہیر فی اجواء العالم ”خانوادۂ اشرفیہ“ کے ایک علمی، اور ادبی شخصیت شہزادۂ حضور رئیس ملت حضرت علامہ سید نظامی اشرف اشرفی الجیلانی میرانی زید علمہ وشرفہ کی جہد جہید وسعی سعید کا حسین ثمرہ ونتیجہ ہے۔

عزیز مکرم کی چند قلمی خدمات میں سے اب تک دو معرکۃ الآرا کتابیں زیور طباعت سے پیراستہ ہوکر اہل علم کے درمیان مقبولیت وپزیرائی حاصل کر چکی ہیں اسی سلسلے کی یہ ایک تیسری کڑی ہے جس کو بڑی خوش اسلوبی و تحقیق انیق سے مزین کیا گیا ہے۔

میں اپنے عزیز مکرم کی اس عمدہ علمی، فنی اور ادبی کاوش پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور رب کے حضور دعا گو ہوں کہ موصوف والا کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور باقی عزائم کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائے۔آمین بجاہ طٰه و یاسین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

۲۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ مطابق — سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی عفی عنہ
۲۹ ستمبر ۲۰۲۴ء بروز یکشنبہ — مقیم حال عروس البلاد ممبئی

تقـــریظ جلیـــل

حضرت علامہ محمد اسحــاق افتخار القادری الرضوی
خطیب ورئیس دارالافتا، جامع مسجد جمعہ پورٹ، لوئس موریشس

الحمد لله الأول الأولى قبل الكون والمكان من غير أول ولا بداية، الآخر الأبدى بعد فناء المكنونات والأزمان بغير آخر ولا غاية، الظاهر في علوه بقهره عن غير بعد، والباطن في دنوه بقربه من دون مس، الذى أحسن بلطفه كل شيء بدأه، وأتقن صنع كل شيء أنشأه، ودبرت الأحكام حكمته، وصرفت المحكومات مشيئته؛ فأظهر فى الغيب والشهادة لطيف قدرته، وعم في العاجل والآجل خلقه بنعمته ونشر على من أحب منهم فضله، وبسط لجميعهم عدله، وأنعم عليهم بتعريفهم إياه - سبحانه وتعالى - به عز وجل، وأحسن إليهم باجتبائه إياهم إليه، وأفضل عليهم بتيسير كلامه لهم، ومن عليهم ببعثه رسولاً من أنفسهم إليهم . فنسأله الصلاة على النبي وآله، وأن يُوزعنا بفضله شكر نعمه، ويعرفنا خفى قدره وصلى الله تبارك و تعالى على سيد الأولين والآخرين، رسوله المفضل بالشفاعة والحوض المورود المخصوص بالوسيلة والمقام المحمود، وعلى إخوانه السالفين فى الأزمان، وأنصاره التابعين بإحسان. اما بعد فأعوذُ بِالله مِنَ الشيطن الرَّجِيم. بسم الله الرَّحْمنِ الرَّحِيم

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحدید:٣]

ترجمہ کنزالایمان :وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں پانچ اوصاف بیان ہوئے (۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن (۵) علیم۔

علمائے محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ پانچ جہاں حمد باری تعالیٰ ہے وہاں نعت مصطفی ﷺ بھی ہے اس میں سے بعض کی تصریحات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **این کلمات اعجاز سمات هم مشتمل بر حمد و ثناء الهی ست تعالی و تقدس که در کتاب مجید خطبه کبریائی خود بدان خوانده و هم متضمن نعت و وصف حضرت پناهی است** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ [مدارج النبوۃ، جلد: ۱، ص: ۲]

ترجمہ: یہ کلمات اعجاز کی علامت والے [یعنی پانچ صفتیں (۱) اوّل (۲) آخر (۳) ظاہر (۳) باطن (۵) ہر چیز کو جاننا] حمد و تعریف خدا پر بھی مشتمل ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں اللہ نے اپنی کبریائی کا خطبہ انہی کلمات سے پڑھا اور نیز یہ کلمات و پانچ صفات حضور ﷺ کی نعت و تعریف بھی ہیں۔

یعنی حضور سب سے اول ہیں باعتبار پیدائش کے، اور سب نبیوں سے آخر باعتبار تشریف آوری کے اور حضور ﷺ کے انوار ظاہر ہیں اس طرح کہ تمام کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضور کے انوار نے تمام جہاں کو روشن کر دیا کوئی ظہور حضور کے ظہور کے مثل نہیں اور کوئی نور حضور کے نور کی مثل نہیں، اور باطن (پوشیدہ) ہیں حضور کے اسرار کہ کسی کو حضور کی حقیقت معلوم ہو سکی اور تمامی حضور کے کمال و جلال کے نظارہ میں حیران و خیرہ رہ گئے اور حضور ہر چیز کے جاننے والے ہیں ذات الٰہی کی شانیں اور صفات حق کے احکام اور اسماء افعال و آثار کے جاننے والے ہیں اور تمامی علوم ظاہر و باطن اوّل آخر سب کا حضور نے احاطہ کر لیا۔ سب کو گھیر لیا۔ [مدارج جلد: ۱، صفحہ: ۲]

(۲) قال الامام عبد القادر الجزائری هو صلی الله علیه وسلم الانسان الازلی وهو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شي عليم كما ان الحق تعالى له هذه الصفات- [جواہر البحار جلد: ۳، صفحہ: ۲۶۰]

ترجمہ : امام عبد القادر جزائری فرماتے ہیں کہ حضور انسان کامل ہیں اور وہی اوّل و آخر و ظاہر و باطن اور وہ ہر چیز کو جاننے والے ہیں جیسے کہ حق تعالیٰ کے یہ صفات ہیں۔

(۳) عارف باللہ حاضر بارگاہ رسول اللہ علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین امام العلماء المحققین والاولیاء المکاشفین سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کی کتاب مستطاب فتوحات مکیہ کے دسویں باب صفحہ ۱۷۴ سے ناقل

''ھو الأول والآخر والظاهر والباطن وھو بکل شئی علیم فانه قال اوتیت جوامع الکلم وقال عن ربه ضرب بیده بین کتفی فوجدت برد انامله بین ثدلی فعلمت علم الاولین والآخرین فحصل له التخلق والنسب الالهی من قوله تعالی عن نفسه ھو الاول والآخر والظاهر والباطن وھو بکل شئی علیم۔'' [جواہر البحار شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۳]

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اور آخر ہیں اور ظاہر ہیں اور باطن ہیں اور حضور ہر چیز کے جاننے والے ہیں حضور نے فرمایا کہ میں جامع کلمات دیا گیا اور حضور نے اپنے رب سے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اُس کے قدرتی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی تو میں نے اولین اور آخرین کے علم کو جان لیا تو حضور کو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے تخلق اور نسبت حاصل ہوگئی کہ وہ اوّل ہے آخر ہے اور ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(۴) اول آخر ظاہر باطن کا اطلاق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ۔ [نسیم الریاض وشرح شفاء لعلی القاری جلد ۲ صفحہ: ۴۲۶-۴۲۵]

(۵) شیخ فرید الدین عطار علیہ رحمۃ الغفار فرماتے ہیں:

ہم پس و ہم پیش از عالم توئی
سابق و آخر بیک جاہم توئی

(٦) اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت نے فرمایا:

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اس سے اس کی طرف گئے تھے

قصیدہ بانت سعاد میری ناقص رائے کے مطابق حضور ﷺ کے ان پانچ صفات کی تشریح وتوضیح ہے جو سید نا وسندنا ثنا خوان امام الانبیا علیہ التحیۃ والثنا حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم کی مدح میں لکھا۔

اس بے مثال قصیدے کے مختلف زبانوں میں ترجمے کیے گئے اور شروحات لکھی گئی ان میں سے ایک فاضل جلیل، فاضل نوجوان، جگر گوشہ رئیس ملت ، مخدوم ومکرم حضرت علامہ پیر سید نظامی اشرف مدظلہ العالی کی شرح ہے جو کہ کئی محاسن کی حامل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل اس کو قبول عام عطا فرمائے اور حضرت کے علم عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔

محمد اسحاق افتخار القادری الرضوی
خطیب ورئیس دالافتاء جامع مسجد جمعہ پورٹ لوکس موریشس

* * * * *

تقریظ جمیل

مفکر اسلام، فاضل بغداد، حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ
پروفیسر اسلامک بلغار اکیڈمی، بلغار، روس

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين -

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں صدام یونیورسٹی عراق میں زیر تعلیم تھا، دسمبر ۱۹۹۵ء سے فروری ۲۰۰۳ء تک عراق میں رہنے اور وہاں کے مختلف سیمینار اور کانفرنسوں میں شرکت کے مواقع ملتے رہے، جن میں ایک قابل یادگار شرکت عراق کے شہر موصل میں ہونے والی انٹرنیشنل کانفرنس کی ہے اس کانفرنس میں شرکت میرے لئے کئی اعتبار سے اہم اور بامعنی تھی کیوں کہ اس کانفرنس میں ایک طالب علم ہونے کے باوجود مجھے ایک بہت بڑے پلیٹ فارم سے ''اردو میں اسلامی ادب'' کے عنوان پر اپنا علمی مقالہ پیش کرنے کا موقع میسر آیا تھا، جسے ارباب علم و دانش نے بہت پسند کیا تھا اور ہمت افزا کلمات تحسین سے بھی نوازا تھا۔

اس تقریظ میں مذکورہ بالا کانفرنس کی ذکر کا شان نزول یہ ہے کہ موصل کے اس کانفرنس میں جہاں انٹرنیشنل سطح پر عظیم شخصیات کی شرکت ہو رہی تھی وہیں اس کانفرنس کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اسلامی ادب کو نئی جہت دینے والی ایک عظیم شخصیت جناب پروفیسر عماد الدین خلیل کو اسلامی ادب میں گراں قدر خدمات انجام دینے کے سپاس میں ''بردہ پوشی'' کے عظیم اعزاز سے نوازا گیا تھا۔

پروفیسر عماد الدین خلیل عراق کے مشہور ادیب، مفکر اور ایک بلند پایہ مورخ اور محقق ہیں، پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، اسلامی ادب میں ان کا قد بہت اونچا ہے ''بردہ پوشی ''کی رسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جسے کانفرنس کے ذمہ داروں نے بہت ہی تزک و احتشام کے ساتھ انجام دیا، جسے دیکھ کر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اہل عرب کی محبت وعقیدت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، نیز بات بات پر بدعت بدعت کی رٹ لگانے والوں کے لیے درس عبرت بھی ہے۔

"بردہ پوشی" کی رسم ادا کرنے کے لیے مختلف ممالک سے جن چار نمائندوں کو منتخب کیا گیا تھا ان میں ایک نام اس فقیر کا بھی تھا۔

یقیناً "بردہ پوشی" کی رسم میں میری شرکت میری زندگی کی ایک عظیم ترین سعادت مندی تھی اور کیوں نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سنت ہے۔

آج پچیس سالوں کے بعد ایک بار پھر اسی سعادت کی عطر بیزیاں مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں، آج بات پھر اسی "بردہ شریف" کی ہے، جو عطا وکرم کی ایک مثال ہے، عفوو بردباری کی پہچان ہے، اور گنہ گاروں کو نوازنے کی زندہ تاریخ ہے، سچ فرمایا ہے امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری نور اللہ مرقدہ نے، ع

کرکے تمھارے گناہ مانگیں تمھاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ "بانت سعاد" کا پورا واقعہ انھیں دونوں مصرعوں کا مصداق ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبول اسلام سے پیشتر خطا کا ارتکاب ہوا پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ مانگی تو مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دامن رحمت میں جگہ عنایت فرماتے ہوئے رحمت وکرم کی ایسی "بردہ پوشی" فرمائی کہ قیامت تک گنہ گاروں کو نوازنے کی مثال بن گئی۔

آج جب خانوادہ اشرفیہ کے عظیم چشم وچراغ، خانقاہ میرانیہ کے سچے ترجمان، عزیز القدر، شہزادہ رئیس ملت حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی (زید علمہ وفضلہ) نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ "بانت سعاد"

کے تعلق سے اپنی ایک کاوش پر تقریظ لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو ’’بردہ پوشی‘‘ کی رسم تازہ ہوگئی بس فرق اتنا ہے کہ پچیس سال پہلے ’’بردہ پوشی‘‘ کی رسم حسی تھی اور آج ’’بردہ پوشی‘‘ کی رسم معنوی ہے، البتہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر مربوط اور منسلک ہیں کہ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، حسی حادثہ نہ ہوتا تو معنوی شکل نہ بنتی اور معنوی شکل نہ بنتی تو غالبًا تاریخ کے پردہ پر پھر کبھی حسی شکل کا وجود نہ مل پاتا، یہی انسان کی زندگی میں قابل ذکر لمحات کی معنویت اور خوب صورتی کا راز ہے۔

شہزادہ رئیس ملت حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی زید مجدہ وشرفہ) کی کاوش پر یہ کلمات لکھتے ہوئے میں فخر محسوس کر رہا ہوں کہ آج رب قدیر نے مجھے ایک بار پھر ’’بردہ پوشی‘‘ کی رسم ادا کرنے کی سعادت بخشی ہے، البتہ یہ معنوی رسم ادا کرتے ہوئے میں اس بات کا بھی متمنّی ہوں کہ موصوف کو ان کے اس کارنامے کے سپاس میں ۸۰۵ ویں عالمی روحانی سالانہ عرس سرکار شاہ میراں (کھمبات شریف) کے باسعادت موقع پر ’’بردہ پوشی‘‘ کے حسی اعزاز سے بھی سرفراز کیا جائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

صحابیِ رسول حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند پایہ عربی شاعر ہیں، بلکہ ایک ایسے شاعر جن کا گھرانہ ہی شاعرانہ ہے، باپ شاعر، بھائی شاعر، بہن شاعرہ، گویا کہ شعروشاعری ان کے گھر کی خادمہ ہے، مگر یہ بات ان کے لیے قابل فخر نہیں بن سکی کیوں کہ شعرا تو ان کے علاوہ بھی اور بہت ہیں، مگر آج پوری دنیا میں ان کی شاعری کے جو قصیدے پڑھے جاتے ہیں تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ مقبول بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اسی لیے اس زمانے کے بڑے بڑے شعرا کو وہ مقام نہیں مل سکا جو مقام حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ایک قصیدہ کی وجہ سے مل گیا، بات صرف بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مقبولیت کی ہے، مقبولیت کی وہ گھڑی جو تاریخ کے آئینے میں قید ہے، بظاہر رحمت

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کعب بن زہیر رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کو بردہ شریف پہنا رہے تھے مگر سچائی یہ ہے کہ ان کے قصیدے کو عظمت و بلندی کی پوشاک پہنا رہے تھے اور حضرت کعب بن زہیر رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسی طور پر ”بردہ پوشی“ فرما رہے تھے اس طرح قصیدے کی معنوی ”بردہ پوشی“ ہو رہی تھی، اسی حسی اور معنوی ”بردہ پوشی“ کی جامعیت اور اثرآفرینی کا ایک خوشنما نتیجہ اور قابل دید کارنامہ ہے شہزادہ رئیس ملت حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی (زید علمہ وفضلہ) کا یہ علمی شاہکار جس کو علم وادب کے انجمن میں گراں قدر سرمایہ کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔

حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی حفظہ اللہ نے حضرت کعب بن زہیر رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور قصیدہ ”بانت سعاد“ کو اردو شاعری کا خوب صورت ”بردہ“ اڑھا کر کمال کر دیا ہے، جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے، گر چہ شاعری کی قافیہ بندی کی پر پیچ زلف خم نے قصیدہ کے بعض عناصر کو الجھا دیا ہے اور کہیں کہیں معانی و مفاہیم کی خوب صورت وادیوں پر پردہ بھی ڈال دیا ہے، مگر یہ سب کچھ محض قافیہ بندی کی مقید طرز عمل کا شاخسانہ ہے، جو نثر کے اہداف ومقاصد کی بلندیوں کو کبھی نہیں چھو سکتا، تاہم شعر و وزن کی خوب صورتی اور ہے بالکل ایسے جیسے کہ غالب نے کہا تھا کہ

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی (زید علمہ وفضلہ) خانوادہ اشرفیہ وخانقاہ میرانیہ کے قابل رشک علمی سرمایہ ہیں، خاندانی شرافت ونجابت مسلم ہے اس کے تعلق سے کوئی بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

حضرت سید صاحب قبلہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے ایک ہونہار طالب علم رہ چکے ہیں، نہایت سنجیدہ اور شریف الطبع ہونے کے ساتھ نہایت ذہین اور باصلاحیت ہیں، جس کی زندہ مثال ان کی یہ موجودہ کاوش ہے، جس نے مجھ جیسے بہت سے لوگوں کو چونکا دیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف میں حضرت مولانا پیر سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی صاحب قبلہ نے بہت محنت کی ہے، قصیدہ کا نثر و نظم میں ترجمہ کیا ہے، نیز قصیدہ بانت سعاد کا پس منظر اور پیش منظر لکھتے ہوئے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہترین تعارف شامل کتاب کیا ہے جو ان کے ادبی ذوق اور علمی شاہکار کا ترجمان ہے، ان کے اس شاندار علمی اور ادبی پیش کش پر بصمیم قلب مبارکباد دیتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں بھی اپنی علمی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

انوار احمد خان بغدادی

پروفیسر اسلامک بلغار اکیڈمی، بلغار، روس

۷/ربیع الآخر ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز جمعہ

تقدیم

ادیب شہیر، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی
شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

ادب کا لغوی معنیٰ

لغت میں ادب کا معنیٰ دعوت ہے، باب ضرب سے دعوت کا کھانا تیّار کرنا، دعوت میں بلانا اور بابِ کَرُم سے زیرک و دانش مند ہونا، صاحبِ ادب ہونا اور باب تفعیل سے ادب لکھانا، مہذّب بنانا مراد ہے۔

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری لکھتے ہیں، بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ”ادب کا لفظ جاہلی دور میں بھی تہذیب نفس اور عمدہ طریقے کی اتباع کے اخلاقی مفہوم میں استعمال ہوا ہے“ .....[مختصر تاریخ ادب عربی، ص:۲۶]

اموی دور میں بھی یہ لفظ تہذیب اخلاق کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے، لیکن اسی دور میں یہ لفظ ”تعلیم“ کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا، چنانچہ امرا کی اولاد کو شعر وخطب اور تاریخ وانساب وغیرہ علوم کی تعلیم دینے والوں کو ”مؤدِّبین“ کہا جاتا تھا اور اس اموی دور میں ادب کے مقابل لفظ ”علم“ کا اطلاق صرف علومِ دینیہ یعنی تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کے لیے ہوتا تھا—جب کہ دور عباسی میں یہ لفظ تہذیب و تعلیم دونوں معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔

پھر دوسری، تیسری صدی ہجری اور بعد کی صدیوں میں ادب کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا ہوئی اور دینی علوم کے علاوہ تمام اجتماعی وثقافتی علوم مراد لیے جانے لگے، چوتھی صدی ہجری میں جماعت اخوان الصفا کے رسائل میں ادب کو علوم لغت، بلاغت، تاریخ اور اخبار کے ساتھ ساتھ علم سحر، کیمیا، حساب، معاملات اور تجارت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، حتّٰی کہ علامہ ابن خلدون م ۸۰۸ھ نے اس لفظ ”ادب“ کو علوم دینیہ اور علوم غیر دینیہ سب کے لیے عام کر دیا۔

اس کے بعد لفظ ادب اتنا عام ہوتا چلا گیا کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ادب کا کوئی متعیّن موضوع ہی نہیں ہے، جب کہ عموماً اُدبا، شعرا اور مورخین و ناقدین کا خیال یہ ہے کہ:

ادب کا موضوع: انسانی زندگی ہے، یعنی ادب میں زندگی کے تمام شعبوں سے بحث ہوتی ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

"نفس انسانی کی باریک گہری اور بوقلموں کیفیات صرف الفاظ ہی کے ذریعہ ظاہر ہو سکتی ہیں، شاعری کائنات کی تمام اشیاے خارجی وذہنی کا نقشہ اتار سکتی ہے، عالم محسوسات، دولت کے انقلابات، سیرتِ انسانی، معاشرت نوع انسانی، تمام چیزیں جو فی الحقیقہ موجود ہیں اور تمام چیزیں جن کا تصوّر مختلف اشیا کے اجزا کو ایک دوسرے سے ملا کر کیا جا سکتا ہے، سب شاعری کی سلطنت میں محصور ہیں، شاعری ایک سلطنت ہے، جس کی قلمرو اسی قدر وسیع ہے، جس قدر خیال کی قلمرو"۔[مقدمہ شعر وشاعری، ص:۴۱]

ادب کی اصطلاحی تعریف:

"ادب" وہ فن ہے، جس کے ذریعے انسان ایسا کلام نثر و نظم تعبیر کرنے پر قادر ہو سکے، جو دلی جذبات واحساسات میں ہلچل پیدا کر دے، زبان کو آراستہ کر دے اور ماحول کی عکّاسی کرے۔

ادب کی غرض وغایت:

ادب کی مذکورہ تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب کی غرض وغایت یہ ہے کہ موثر، پر کشش اور خوب صورت انداز میں دلی جذبات واحساسات کا اظہار کیا جائے اور زمانے کے حالات کی ایسی عکّاسی کی جائے جو سامع اور قاری کو متاثر کر دے۔

علم ادب نے اپنے موضوع اور مباحث کے عموم اور پھیلاؤ کی وجہ سے درجن بھر

علوم کو اپنے دائرے میں جمع کر لیا، چنانچہ علامہ زمخشری اور علامہ جرجانی کے نزدیک "ادب" کے اندر بارہ[۱۲] علوم شامل ہیں، آٹھ علوم اصول ہیں (۱) نحو، (۲) صرف، (۳) لغت واشتقاق، (۴) معانی، (۵) بیان، (۶) بدیع، (۷) عروض اور (۸) قافیہ۔

جب کہ چار علوم فروع ہیں (۱) رسم الخط، (۲) قرض الشعر، (۳) انشاے نثر اور (۴) محاضرات۔

علم ادب کی تقسیم

دنیا کی ہر زبان کا ادب دو بنیادی قسموں میں بٹا ہوا ہے، ا۔ نظم یا شعر، (۲) نثر۔

شعر کی تعریف

شعر وہ موزون مُقَفّٰی کلام ہے، جو دل کی گہرائیوں سے نکلے اور پڑھنے سننے والے انسان کی دلی جذبات واحساسات کو بھڑکا دے۔

نثر وزن و قافیہ سے آزاد طرز کلام کو کہتے ہیں۔

پھر نظم اپنی ساخت اور مضامین کے لحاظ سے مختلف اصناف میں منقسم ہے، جیسے غزل، قصیدہ، مرثیہ، فخر وحماسہ اور مثنوی وغیرہ۔

قصیدہ کی تعریف

"قصیدہ" شاعری کی وہ صنف ہے، جس میں شاعر کسی بادشاہ، امیر، وزیر یا کسی بھی بڑے یا خاص آدمی کی تعریف کرتا ہے۔

قصیدہ کے اجزاے ترکیبی

عموماً قصیدے میں چار اجزا ہوتے ہیں، (۱) تشبیب (غزلیہ اشعار) (۲) اقتضاب (گریز) (۳) مدح یا ذم (۴) دعا یا طلب۔

شعر کی تعریف سے ظاہر ہوا کہ شاعری، شاعر کے دلی جذبات اور قلبی واردات کی ترجمان ہوتی ہے، شاعر اپنے مشاہدات و محسوسات کے تعاون سے شعری خاکہ تیار

کرتا ہے عربوں کے معاشرے میں صحراؤں کی وسعت، پہاڑوں کی اونچائی، اونٹوں کا سفر، رہن سہن کی سادگی اور حرب وضرب جیسی چیزیں موجود تھیں — آزادیٔ فکر، طبیعت کا جوشیلاپن، مناظر فطرت سے سامنا، جذباتِ عشق و محبت سے دل کی آشنائی، نازک خیالی، حق پسندی اور صاف گوئی کے اوصاف عربوں کا داخلی وخارجی سرمایہ تھے، عربوں کے یہی اندرونی جذبات وخیالات اور خارجی مشاہدات کے تانے بانے سے ان کی شاعری کا خوب صورت ملبوس تیار ہوتا تھا۔

دور جاہلیت کی شاعری میں قصیدے ہی کی خاص اہمیت تھی اور اس کے ترکیبی اجزا چار ہیں، علامہ ساحل سہسرامی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جاہلی شاعری کا عمومی انداز یہ ہوتا کہ آغاز میں تشبیب ہوتی ہے، جس میں حبیب ودیارِ حبیب پر آنسو بہائے جاتے ہیں، اس کے حسن کا تذکرہ ہوتا ہے، اس کے اعضا کے مناسبات بیان کیے جاتے ہیں، پھر صحرانوردی، بادیہ پیمائی کا ذکر چھڑتا ہے، جس میں سواریوں (اونٹنیوں) کی توصیف، ان کی سبک رفتاریوں کی تعریف، ان کی خوبیوں کی تشبیہ، مہلکاتِ سفر کا بیان، اپنی بے جگری کے دعوے، حسنِ تدبیر اور جواں حوصلگی کے تذکرے بھی آتے چلے جاتے ہیں۔

پھر (گریز کے شعر کے وسلے سے) رخ ہوتا ہے مقصود کی جانب، جس کے لیے یہ بَزم آراستہ کی گئی ہے، مدح، ہجو، مرثیہ، حماسہ، اعتذار، غزل — غرض، قصیدہ جس نوعیت کا ہوتا ہے، مضامین اسی نوعیت کے لائے جاتے ہیں، پھر بات ختم ہوتی ہے، تجربوں، نصیحتوں اور مشاہدوں کے بیان پر یا ممدوح کی تعریف پر، یہی اندازِ سخن عام طور سے جاہلی شاعری پر چھایا ہوتا ہے۔ [عرفان عرب، ص:۳۱۔۳۰]

زمانے کے لحاظ سے عرب شعرا کے چار طبقے ہیں:

مورخین وناقدین نے زمانے کے تقدم وتاخر کے اعتبار سے عرب شعرا کو چار طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

۱. جاہلی شعرا: یہ وہ شعرا ہیں جو اسلام سے قبل زندہ رہے یا اسلام کا زمانہ انھیں ملا،

لیکن اس زمانے میں انھوں نے قابلِ ذکر شاعری نہیں کی، مثلاً امرؤ القیس، زُہَیر بن ابی سُلمیٰ اور لبید وغیرہ۔

۲. مُخضرَم شعرا: یہ وہ شعرا ہیں، جنھوں نے اپنی شاعری کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں شہرت و مقبولیت پائی مثلاً خَنسا، حسان بن ثابت، کعب بن زُہَیر وغیرہ۔

۳. اسلامی شعرا: یہ وہ شعرا ہیں، جو زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے اور عربی زبان کے لحاظ سے قدیم پختہ اسلوب پر کاربند رہے، یہ عہد بنو امیہ کے شعرا ہیں، جیسے فرزدق، جریر، ذی الرِّمَّہ۔

۴. مُوَلَّد شعرا: یہ وہ شعرا ہیں، جن کی لسانی قوت بگڑ گئی تھی اور انھوں نے صنائع، بدائع کے ذریعہ اپنی لسانی کمی پوری کی، یہ عہد عباسیہ کے شعرا ہیں، جیسے ابو تمّام، متنبی، اور بُحتُری وغیرہ۔ [مستفاد از تاریخ ادب عربی، ص:۸۴۔۸۳]

عربی زبان کی خصوصیات:

عربی زبان، دنیا کی ان وسیع، شیریں، سلیس، پاکیزہ اور خوب صورت زبانوں میں سے ایک ہے، جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے، اس کے الفاظ کے مخارج بڑے سامعہ نواز، پیرایۂ بیان بڑا بلیغ، تراکیب بڑی دل آویز اور صوتی اثرات بڑے وقیع اور موثر ہوتے ہیں۔

پھر اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایک یہی مادّے سے مختلف قسم کے افعال نکلتے ہیں، جن میں بسا اوقات سات حروف تک ہوتے ہیں اور جن کے معانی بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ صِلات کے بدلنے سے بھی معنیٰ کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں، بات کو پر اثر بنانے کے لیے مجاز و کنایہ اور تشبیہ و استعارہ وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے — الفاظ کی آخری آواز (اعراب) کو حروف کے ذریعہ ہی کیا جاتا ہے، انھیں لکھا نہیں جاتا، چنانچہ

زیر، زبر اور پیش کو علامت کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے، حروف سے نہیں ــــ برخلاف آریائی زبانوں کے اس کے حروف تہجی بھی زیادہ ہیں ــــ عربی زبان کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ دوسری زبانوں کے الفظ کو اپنے قالب میں ڈھال لینے (مُعَرّب کرنے) میں اور بدل کر خوب صورت شکل دینے میں عربی زبان اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

عربی زبان کی یہی امتیازی خوبیاں تھیں، جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری الہامی کلام قرآن کے لیے اس زبان کا انتخاب فرمایا، قرآن عربی زبان وادب کی وہ واحد اور بے مثال کتاب ہے، جس کی ایک سورت کی مثال بھی عرب کا بڑا سے بڑا شاعر وادیب اب تک نہ لا سکا، عربی زبان ہی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کی بھی زبان ہے، آپ نے عربی زبان ہی میں حدیثیں بیان فرمائیں، یہ حدیثیں بھی فصاحت وبلاغت، لفظی ومعنوی جامعیت اور خوبیوں کی وجہ سے عربی زبان کا بےنظیر شہ پارہ ہیں۔

[عربی ادب کی تاریخ، ۱/ ۶۲-۶۱، از عبدالحلیم ندوی قدرے اختصار وتغیر کے ساتھ]

عربی شاعری کا امتیازی گھرانہ:

قصیدۂ بانت سعاد کے شاعر حضرت کعب بن زہیر کے والد کا پورا نام زہیر بن ابی سُلمیٰ ربیعہ بن رباح مُزنی ہے، زہیر کو دور جاہلی کے ان مشہور اور ممتاز شعرا میں شمار کیا جاتا ہے جن کا شمار طبقۂ اُولیٰ میں ہوتا ہے، معلقات کے سات شعرا میں سے ایک زہیر بھی ہے، مگر یہ اپنے ہم طبقہ دیگر دونوں شعرا امرؤ القیس اور نابغہ ذبیانی کے مقابلے میں بڑا پاک باز اور پاک گفتار تھا، اختصار پسندی وجامعیت، پیرایۂ بیان کی دل کشی، حکمت وفلسفہ کی گہرائی، صلح جوئی، اتحاد واتفاق، فحش گوئی سے پرہیز اور نیک خوئی جیسی خوبیوں نے اس کی شاعری کو انتہائی اہم وعمدہ اور معیاری بنا دیا تھا۔

زہیر ایسے ممتاز گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، جس کے تمام افراد مرد وعورت سب شاعر تھے، چنانچہ زہیر کا باپ، اس کے باپ کا خالو بشامہ بن غدیر، اس دو بہنیں سُلمیٰ اور خنسا اور دونوں لڑکے کعب اور بُجَیر سب شاعر تھے، یہ خوبی کسی دوسرے شاعر کو میسر نہیں ہے۔

ہجرت نبوی سے گیارہ سال پہلے زہیر کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے دونوں لڑکے کعب و بُجَیر مسلمان ہو گئے تھے، جن کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے، دونوں شاعر بھی تھے۔

کعب بن زہیر:

زہیر بن ابی سُلمیٰ نے اپنے بیٹے بُجیر اور حطیئہ کی طرح دوسرے بیٹے کعب بن زہیر کو بھی شروع ہی سے ادب و حکمت کی آغوش میں پالا، کعب جوان ہوتے ہوتے ایک شاعر بن گئے تھے، شاعر باپ کی علمی وادبی سرپرستی و تربیت نے کعب میں شاعری کا ملکہ پختہ کر دیا تھا، بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے، باپ کے منع کرنے کے باوجود شعر گوئی سے باز نہیں آتے تھے، ایک مرتبہ باپ نے شاعری کا سخت امتحان لیا، اس امتحان نے پختگی کا اطمئنان دلا دیا، تو باپ نے بیٹے کعب کو شاعری کی اجازت دے دی۔

پھر جناب کعب نے مشق سخن جاری رکھتے ہوئے کمال حاصل کر لیا اور پرزور شاعری کرنے لگے، کعب کا شمار مخضرم شعرا میں ہوتا ہے، جنھوں نے دور جاہلی اور دور اسلام دونوں میں شاعری میں شہرت و مقبولیت پائی، کعب کو جاہلی دور میں حطیئہ سے بھی زیادہ اہمیت و شہرت حاصل تھی، حتیٰ کہ کعب کے ہم عصر، مشہور شاعر حطیئہ نے کعب سے یہ خواہش ظاہر کی وہ اس کو مشہور کرنے کے لیے اپنی شاعری میں اس کا تذکرہ کرے۔

دونوں بھائی کعب و بُجَیر اور حطیئہ تینوں نے شرک و کفر کی گندگی سے دامن جھاڑ کر اسلام کا پٹہ گلے میں ڈال لیا، بجیر سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، واقعہ یہ ہوا کہ جب اسلام پھیلا تو کعب اپنے بھائی بجیر کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے پاس مدینہ جانے کے لیے نکلے کیوں کہ ان کے باپ زہیر نے ایک خواب کی بنیاد پر دونوں کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ایک انتہائی اہم معاملہ سامنے آئے گا، جو اس کی اتباع کرے گا وہ بلند و کامیاب ہو جائے گا، تم اس سے اپنا وافر حصّہ ضرور حاصل کرنا، زہیر اس کے کچھ عرصہ بعد انتقال کر گئے، پھر حضور کی بعثت ہوئی، ایک روایت کے مطابق زہیر کے انتقال کے سنہ سات ہجری میں دونوں بھائی تحقیق حال کے لیے مدینہ

منورہ روانہ ہوئے، جب دونوں راستے میں مقام ”ابرق العراف“ تک پہنچے تو بجیر نے کعب سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کا کلام سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ کعب وہیں ٹھہر گئے اور بجیر روانہ ہو گئے اور مدینہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت می حاضر ہوئے، باتیں سنیں، حضور علیہ السلام نے بجیر کو اسلام کی دعوت دی اور بجیر نے اسے قبول کر لیا، اور مسلمان ہو گئے۔

جب کعب نے بھائی کے اسلام لانے کی خبر سنی تو بھائی پر غصّہ ہوئے اور باز رہنے کی تلقین کی اور کہا کہ اے بجیر! تو ایسے مذہب کا پیرو ہو گیا ہے، جس پر تو نے نہ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو پایا، نہ اپنے کسی بھائی، اب اگر تو میرا کہا نہیں مانتا تو مجھے کوئی افسوس نہیں، نہ تیرے ٹھوکر کھانے پر میں تجھے اٹھنے اور سنبھلنے کی دعا دوں گا۔

پھر کعب نے اپنے مسلمان بھائی بجیر اور حضور ﷺ کی ہجو کچھ گستاخانہ اشعار کہے، جن سے حضور علیہ السلام کو تکلیف ہوئی، اور آپ نے اس ہجو گوئی کی وجہ سے کعب کو مباح الدم قرار دے دیا کہ جو اسے پائے قتل کر دے۔ مباح الدم قرار دینے کی اصل وجہ صرف ذاتی رد عمل نہیں تھا، صرف ذاتی معاملہ ہوتا تو ایذا رسانی کو معاف کر دیتے، صورت حال یہ تھی کہ ان گستاخانہ اشعار اور بدزبانی سے آپ کے دعوتی مشن یعنی اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی اور ایسے موقع پر جہاد ضروری ہو گیا، لوگ قتل کے درپے ہو گئے، بھائی بجیر نے جذبۂ شفقت سے مجبور ہو کر معافی کی امید میں جب حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دی تو آپ نے معافی مانگنے اور توبہ کر کے اسلام قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔

مگر بروقت کعب نے مشورے پر عمل نہیں کیا، بلکہ سنہ ۸ ہجری فتح مکہ تک کفر و شرک پر باقی رہے، فتح کے بعد جب حضور ﷺ طائف سے واپس ہوئے تو بجیر نے کعب کو مطلع کیا کہ نبی پاک ﷺ نے تکلیف پہنچانے والے تمام مشرک شعرا کو معاف کر دیا ہے، تم بھی اسلام قبول کر کے جان کی امان حاصل کر لو، بھائی کی یہ ہمدردانہ

تلقین سن کر کعب کا دل قبول اسلام کے لیے کھل گیا اور آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وساطت سے بارگاہِ نبوت میں حاضری دی اور اسلام قبول کر لیا۔

پھر حضرت کعب کے دل کی دنیا بدل گئی، حالات وخیالات میں بھی انقلاب آ گیا اور ایمان وصحابیت کے شرف سے مشرف ہو کر محبت وغلامی رسول ﷺ میں بطورِ نذرانہ وشکرانہ جو تقریباً ۵۹/ اشعار پر مشتمل حضور کی شان میں اپنا وہ مشہور زمانہ قصیدۂ لامیہ پیش کیا، جو قصیدۂ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے، جس پر حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے خوش ہو کر کعب کو معاف کر دیا اور کرم بالائے کرم بطورِ انعام اپنی مبارک چادر اپنے جسم سے اتار کر کعب کو عنایت فرما دی، عربی زبان میں چادر کو بُردہ کہتے ہیں، کعب کے اس مدحیہ قصیدے کو سب سے پہلے قصیدۂ بردہ ہونے کا شرف حاصل ہے، جب کہ کئی صدی بعد نظم کیا جانے والا امام بوصیری کا قصیدۂ بردہ اس نام سے زیادہ مشہور ہے، وجہ تسمیہ ایک ہی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے دونوں شاعروں کے قصیدوں سے خوش ہو کر بطور انعام بردہ (چادر) سے نوازا۔

حضرت کعب کے اس قصیدۂ بردہ کی ابتدا درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلبِيْ الْيَومَ مَتْبُوْلٌ

مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُوْلٌ

یہ چادر کعب کے خاندان میں رہی، پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبرکاً بیس ہزار درہم میں اسے خرید لیا، پھر عباسی خلیفہ منصور نے چالیس ہزار درہم میں خریدا، پھر فاطمی خلفا کے پاس آئی، اس کے بعد ترکی کے عثمانی خلفا نے حاصل کیا، اس وقت استنبول کی مسجد ابو ایوب انصاری میں دیگر تبرکات کے ساتھ محفوظ ہے، اموی اور عباسی خلفا اس چادر کو عیدین کے موقع پر زیب تن کیا کرتے تھے۔

قبول اسلام کے فیض سے اور اس قصیدے اور اس چادر کے صدقے مین حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اور شاعری میں نمایاں خوش گوار تبدیلیاں پیدا ہو گئیں اور حضرت کعب ایک سچے عاشق اور اچھے صحابی شاعر بن گئے۔

مخضرم شعرا کی شاعری پر اسلام کا اثر

وہ مخضرم شعرا جن کی شاعری دور جاہلی اور دور اسلام دونوں میں مشہور و مقبول رہی ان کی شاعری میں قبولِ اسلام کے بعد روحانی اقدار کا اثر بہت نمایاں ہے، اسلام کی وجہ سے ان کی شاعری کا رخ جاہلی دھارے سے مڑ گیا، خاص طور سے مدینہ منورہ کے مخضرم شعرا اس معاملے میں دوسرے مخضرمین سے آگے ہیں کیوں کہ انھیں براہ راست حضور اقدس کے ساتھ رہنے اور انھیں سننے دیکھنے اور وعظ و نصیحت اور تبلیغ و دعوت کے زیادہ مواقع میسر آئے، ان مسلم مخضرم شعرا کی شاعری میں سابقہ اعتقادی و عملی اور اخلاقی کوتاہیوں پر ندامت اور ان سے معذرت جیسے مضامین عام طور سے پائے جاتے ہیں۔

اِن شعرا کی شاعری میں اسلامی افکار و خیالات کا اثر نمایاں ہے، قرآن و حدیث سے استفادہ کر کے انھوں نے اپنے اقربا کو تقویٰ، پیرہیزگاری، والدین کے ساتھ حسن سلوک، غیبت اور حسد جیسی برائیوں سے پرہیز کی تلقینات کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔

کعب کی شاعری پر اسلام کا اثر

آپ نے قصیدۂ بانت سعاد میں مہاجرین صحابہ کی مدح فرمائی ہے، قریش کے لوگوں نے اس قصیدے کے کسی شعر میں تعریضًا انصار کی منقصت محسوس کی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا، اور کعب سے کہا کہ انصار کی ہجو کر کے آپ ہماری تعریف نہیں کر سکتے، کعب نے یہ کر تلافی کے لیے انصار کی مدح میں بھی چند اشعار کہہ دیئے۔

کعب نے اپنے شعروں میں قرآنی حِکَم و نصائح کا تذکرہ بڑے اچھے انداز سے کیا ہے، کعب نے قرآنی تعلیمات سے متاثر ہو کر اپنے شعروں میں اللہ تعالیٰ کی رزّاقی، حفاظت، عام فضل و انعام اور بے نیازی کا ذکر قابل ستائش انداز سے کیا ہے۔

ان کی شاعری میں جہاں بعض جاہلی صفات موجود ہیں، وہیں اسلامی تعلیمات واقدار کا بڑا حصّہ بھی موجود ہے، بشمول کعب ان مخضرم شعرا کے یہاں جاہلی قنوطیت

نہیں بلکہ رجائیت کا دور دورہ ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ انھیں شعرا کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی شان میں نعت گوئی کا بھی آغاز ہوا، جو آگے بڑھ کر ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

حضرت کعب کا شمار دور جاہلی کے قدآور شعرا میں ہوتا تھا، ظہورِ اسلام کے وقت پورے جزیرۃ العرب میں حضرت کعب کی شاعری کا چرچا ہو چکا تھا، وہ بلند پایہ شاعر مان لیے گئے تھے، اشعار کہہ کر خود بار بار پڑھتے غور وفکر کرتے، تہذیب وتنقیح کرتے، دوسروں کو بھی سناتے، پھر اطمئنان کے بعد منظر عام پر لاتے۔

کعب کو غزل، مدح سرائی اور مناظر فطرت کی منظرکشی میں بڑا ملکہ حاصل تھا، اسلام لانے کے بعد نعت رسول کے شاعر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

قصیدۂ بانت سعاد آپ کی شاعرانہ عظمت کی شناخت کا ذریعہ بن گیا۔

قصیدۂ بانت سعاد کی روحانی اہمیت:

صوفیہ کے یہاں یہ قصیدہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، وہ اسے بابرکت سمجھ کر اپنی مجلسوں میں پڑھتے پڑھواتے ہیں، ایک صوفی نے فرمایا کہ در اصل ایک بزرگ کے خواب میں حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”میں اس قصیدے سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے اس سے میں محبت کروں گا۔“

اشعار کی تعداد:

مشہور محدث حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ قصیدۂ بانت سعاد کے اشعار کی کل تعداد صحیح روایت سے اکاون [۵۱] ہے، جب کہ قصیدے کے شارحِ اوّل ابو زید محمد قُرَشی نے جمہرۃ اشعار العرب میں اٹھاون [۵۸] نقل کیے ہیں، بعض نسخوں میں انسٹھ [۵۹] اشعار ملتے ہیں۔

قصیدۂ بانت سعاد کا ادبی مقام:

”کلاسیکی شاعری“ (برائے ایم۔اے عربی) مرتبہ نظامت فاصلاتی تعلیم مانو

حیدرآباد کے حوالے سے درج ذیل تنقیدی جائزے سے قصیدۂ بانت سعاد کی ادبی قدر وقیمت اور لفظی و معنوی خوبیوں کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، مرتب صاحب لکھتے ہیں:

”قصیدۂ بردہ (یعنی قصیدۂ بانت سعاد) ظاہری و باطنی اور لفظی و معنوی ہر اعتبار سے خوبیوں سے لبریز ہے، اس زمانے کے مروّج، الفاظ اور لوگوں کے درمیان مالوف ومانوس خوب صورت جملوں سے بھرپور، گھٹیا وسطحی کلمات اور عامی تراکیب سے خالی، لفظی و معنوی پیچیدگی سے پاک، شستہ وچستہ زبان، جاذب دل اور پرکشش اسلوب، ساحرانہ وعاشقانہ انداز، عشق نبوی اور محبت نبوی میں ڈوبا ہوا کلام ہے۔“

یہ قصیدہ جہاں ادبی جودت و بلاغت کا شاہ کار ہے، وہیں جاہلی ادب کی مکمل نمائندگی بھی اس میں پائی جاتی ہے، محبوب کا دل کش انداز میں تذکرہ، اونٹنی کے اوصاف، حسن گریز مقصد (معذرت خواہی) اور مدح پر خاتمہ، آسان الفاظ، کم نامانوس الفاظ زیادہ مثلاً عذافرہ، إرقال، تبغیل، لھق، مقید، علکوم، شملیل، زھالیل، برطیل، مشاکیل وغیرہ—اس سب کے باوجود اس قصیدے میں ایک روانی اور سلاست، خاص طور سے نعت کا جو شعر ہے، وہ بندش اور سلاست دونوں لحاظ سے ممتاز ہے۔[کلاسیکی شاعری، ص:۱۴۰]

قصیدۂ بانت سعاد کا داخلی تجزیہ:

اس بارے میں بھی ہم مذکورہ مصدر ہی کا اقتباس نقل کر رہے ہیں، جس سے اجزاے ترکیبی اور مضامین پر روشنی پڑتی ہے:

”اس قصیدۂ بردہ کے تین حصّے ہیں، پہلا حصّہ غزل (یعنی تشبیب) پر مشتمل ہے، دوسرے حصّے میں محبوبہ (سعاد) کے اوصاف کا تذکرہ ہے اور تیسرے حصّے میں اصل مقصد کا بیان ہے، اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی اور معافی کی درخواست پر مبنی ہے۔

ابتدائی تیرہ ۱۳ اشعار شعروں میں فرضی محبوبہ سعاد کو ایک خوب صورت ہرنی سے تشبیہ دی جاتی ہے، سعاد یعنی محبوبہ کے لعاب دہن کو شراب سے تشبیہ دی جاتی ہے اور

اس کی خوب صورتی اور نظافت کی منظر کشی ہوتی ہے، کہا جاتا ہے کہ سعاد کی آنکھیں سرگیں ہیں، جو شرم و حیا سے نیچی رہتی ہیں، آواز مدھم اور شیریں ہے، جسم متناسب، ناک نقشہ موزوں، دانت موتی جیسے، غرض وہ حسن کا پیکر ہے، مزاج میں تلوّن ہے ــــ اس طرح سعاد کی تعریف کرتے ہوئے شاعر آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ مزید مصیبت یہ ہے وہ اتنی دور جا چکی ہے کہ وہاں تک تیز گام اچھی اونٹنی کی سواری کے بغیر پہنچنا دشوار ہے، اس کے بعد اونٹنی کی تصویر کشی شروع کر دیتا ہے اور چودھویں شعر سے چونتیسویں شعر تک (جو گریز کا شعر ہے) اسی اونٹنی کے اوصاف کا بیان جاہلی کلام کا روایتی انداز ہے۔

اس کے بعد چغل خوروں کا ذکر کرتا ہے کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہے، اسی کا تذکرہ اڑتیسویں [۳۸] شعر تک ہے، انتالیسویں شعر سے پچاسویں شعر تک معذرت کا مضمون ہے، اس طور پر کہ موصوف شاعر دربار نبوی میں حاضری کے وقت اپنی گھبراہٹ، ڈر اور خوف، زمین کی کشادگی کے باوجود تنگ دامنی کا ذکر کرتے ہوئے عرض گزار ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کی بات پر نہ رہیں، مجھے آپ ﷺ کی دھمکی آمیز خبر ملی ہے، لیکن چوں کہ آپ ﷺ رحمت عالم بن کر آئے ہیں، آپ ﷺ حلم و بردباری کے پیکر ہیں، آپ ﷺ عظیم اخلاق کے حامل ہیں، آپ ﷺ بڑے نرم دل ہیں، خاص طور پر اہل ایمان پر بڑے مہربان اور رحم دل ہیں، آپ ﷺ مہبط وحی الٰہی ہیں، اور آپ ﷺ حلم و عفو کے دعادی ہیں۔

اس طرح صاحب بردہ آپ ﷺ سے مستقل رحم و کرم اور عطف و مہربانی کی درخواست کرتے ہوئے اپنی گھبراہٹ اور خوف کا نقشہ کھینچتا ہے اور آپ ﷺ کی زبردست طاقت و قوت کا ذکر کرتا ہے، اور اس مشہور مصرعہ (شعر) پر پہنچتا ہے، جس مصرعہ (شعر) پر آں حضرت ﷺ نے ان کو داد و تحسین سے نوازا، وہ مصرعہ (شعر) یہ ہے۔

إِنَّ الرَسولَ لَنُوْرٌ يُستَضاءُ بِهِ
صَارِمٌ مِن سُيوفِ اللهِ مَسلولُ

یعنی یقیناً رسول اللہ ﷺ ایک نورِ ہدایت ہیں، جن سے ہدایت کی روشنی پھوٹتی اور پھیلتی ہے اور لوگ اس سے سیدھا راستہ پاتے ہیں، وہ اللہ کی کھنچی ہوئی تلوار ہیں، جو نیام سے نکلی ہوئی ہے اور خوب تیز دھار دار ہے، اس سے رسول اللہ ﷺ کی سیاسی عظیم قدرت وطاقت کی طرف جہاں اشارہ ہے، وہیں نورِ ہدایت کی روشنی کو بے نیام تلوار کی چمک سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جن سے اجالا اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتا ہے، جس طرح نیام سے جب تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پیدا ہو جاتی ہے۔

آگے کے اشعار میں صحابۂ کرام کی جواں مردی، ان کی شجاعت و بہادری، جنگ کے میدان میں فولاد کی طرح ثابت قدمی، حق پرستی اور صداقت و عدالت کی تعریف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس قصیدے کا اصل موضوع معذرت خواہی اور طلب عفو ہے، نعت کا صرف ایک شعر ہے، جو اس قصیدے میں ضمنی طور پر آگیا ہے، لیکن یہ ایک شعر اپنے معنوی وزن اور کیفیت کے اعتبار سے قصیدے کے تمام اشعار پر بھاری ہے، اور اس کو بجا طور "شاہ بیت" یا "حاصل قصیدہ" کہا جا سکتا ہے، اسی کی وجہ سے بقیہ تمام اشعار کو عمر جاوید حاصل ہوئی ہے۔[کلاسیکی شاعری، ص:۱۴۱۔۱۴۰]

*****

قصیدۂ بانت سعاد کو شروع ہی سے قبولِ عام حاصل ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اسے خود رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا ہے اور قصیدے کے شاعر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو بطورِ انعام بردہ (چادر) سے سرفراز کیا ہے۔

ہر دور کے باذوق اہل علم وفن نے اس قصیدے کی فنی خوبیوں اور دوسری خصوصیات کی وجہ سے اس کی طرف توجہ دی ہے، عربی ادبیات سے شغف رکھنے والے مورخین وناقدین نے اس کی اہمیت وعظمت کا لوہا مانا ہے، کئی لوگوں نے اس کی اجمالی وتفصیلی شرحیں لکھی ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی کی "کُنْہُ المراد" قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی "مُصَدَّق الفضل" اور عبدالرحمٰن بن عوف کوفی کی "

عُلُوُّ الکعب الادبی"عربی زبان میں لکھی جانے والی مشہور شرحیں ہیں، ہندوپاک کے کئی علمانے بھی اردو میں کئی شرحین تحریر کی ہیں۔

غوث العالم، محبوب یزدانی میراوحدالدین مخدوم سید اشرف سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سلسلۂ روحانیت سے وابستہ اور سیدنا غوث اعظم محی الدین جیلانی کے نبیرگان سرکار شاہ میراں سید علی سید ولی کھمبات، گجرات کے آستانے کے سجادہ نشین مخدومی رئیس ملت حضرت سید شاہ رئیس اشرف اشرفی جیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ کے جواں سال، جواں علم اور حوصلہ مند چھوٹے شہزادے، علامہ سید شاہ نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی نے بھی اردو زبان میں شرح قصیدہ بانت سعاد لکھ کر ایک وقیع اور گراں قدر اضافہ کیا ہے، جس کے لیے وہ بجاطور سے قدردانی کے مستحق ہیں، موصوف کی دل چسپی کا محور مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف ہے، آپ بڑی لگن، محنت اور پابندی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، سہولت پسندی اور مادّی منفعت سے دور، بہت دور رہتے ہیں اور اہل علم اور خاص طور سے اپنے اساتذہ سے علمی رابطے رکھتے ہیں اور علمی استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کامیاب ہیں اور تیزی کے ساتھ علمی ترقی کرتے جارہے ہیں، ذہین ہیں، طبیعت اخّاذ ہے، اور دیوانہ وار اپنے مقصد کی طرف رواں دواں ہیں، کئی کتابیں لکھ چکے ہیں، ادھر سال بھر کے اندر علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی مناقب السادات کا اردو ترجمہ اور حدیث میں ایک اربعین لکھ کر شائع کرواچکے ہیں۔

برجستہ گو، فطری شاعر بھی ہیں، یہ موصوف کا وہبی کمال ہے، اب تک کئی ہزار اشعار کہہ چکے ہیں، زبان سلیس ورواں ہے، امام بوصیری کے قصیدۂ بردہ کا اردو نظم میں ترجمہ کرلیا ہے، اِس وقت میرے سامنے صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے "قصیدۂ بانت سعاد" پر ان کا تازہ ترین علمی کام موجود ہے، ۵۹ عربی اشعار کا اردو میں نثری ترجمہ، پھر شعری ترجمہ، حل لغات، تشریح الفاظ، عناصر بلاغت کی نشان دہی اور تقطیع جیسے دشوار گزار مراحل کو بڑی محنت سے طے کیا ہے، موصوف کی دل چسپی

اور محنت بہت حیرت انگیز ہے، وہ بھی پیر زادہ ہوکر—— اس لیے حوصلہ افزائی کی خاطر ناچیز بندے سے جو کچھ ہو سکتا ہے، وہ بروقت ترجیحی بنیاد پر کر دینے میں تامل نہیں کرتا، اور یہ علمی تعاون صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے اور اس لیے کہ بزرگوں کی توجہِ خاطر حاصل ہو جائے اور ایک ناکارہ و بے عمل بندے کی دنیا و آخرت سنور جائے۔

اس کام پر نظر ثانی اور تقدیم میں ایک ماہ سے مصروف ہوں، اسی دوران تقریباً چار دن سرکار شاہ میراں کے آستانے پر اعتکاف کا شرف بھی حاصل ہو گیا، جو میری ایک دیرینہ آرزو تھی——لیکن یہ اعتکاف روحانی سے زیادہ علمی رہا، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ اِس علمی اعتکاف کے فوائد کو روحانی اعتکاف کے فیوض و برکات کا ساتھی بنا دے گا، لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بمستنکرٍ۔

۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۴۶ھ

۱۵ر ستمبر ۲۰۲۴ء

امیدوارِ کرم

فروغ احمد اعظمی مصباحی

خادم دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور

*****

قصیدہ "بانت سعاد"

صحابیٔ رسول حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمی المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱	بَانَتْ سُعَادُ فَقَلبِيْ الْيومَ مَتبُوْلٌ	مُتَيَّمٌ إِثرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكبُوْلٌ
۲	وَمَا سُعادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ رَحلُوْا	إِلّا أَغَنُّ غَضِيْضُ الطَّرْفِ مَكْحُوْلٌ
۳	هَيْفَاءُ مُقبِلَةً عَجزاءُ مُدْبِرَةً	لا يُشتكى قِصَرٌ مِنها وَلا طُوْلٌ
۴	تَجْلُو عَوارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابتَسَمَتْ	كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُولٌ
۵	شُجَّتْ بِذي شَبَمٍ مِنْ ماءِ مَحْنِيَةٍ	صافٍ بِأَبطَحَ أَضْحىٰ وَهُوَ مَشْمُوْلٌ
۶	تَنْفِي الرِّياحُ القَذى عَنُه وَأَفرَطَهُ	مِن صَوبِ سارِيَةٍ بيضٌ يُعاليلُ
۷	أَكْرِمْ بِهَا خُلّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ	مَوْعُوْدَهَا وَلَوْ أَنَّ النُّصحَ مَقْبُوْلٌ
۸	لَكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيْطَ مِن دَمِهَا	فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلافٌ وَتَبْدِيْلٌ
۹	فَما تَدومُ عَلى حالٍ تَكونُ بِها	كَما تَلَوَّنُ في أَثوابِها الغولُ
۱۰	وَما تَمَسَّكُ بِالعَهْدِ الَّذي زَعَمَتْ	إِلّا كَما تُمسِكُ الماءَ الغَرابيلُ
۱۱	فَلا يَغُرَّنْكَ ما مَنَّت وَما وَعَدَت	إِنَّ الأَمانِيَّ وَالأَحلامَ تَضليلُ
۱۲	كَانَت مَواعيدُ عُرْقُوْبٍ لَهَا مَثَلاً	وَ مَا مَوَاعِيْدُهَا إِلّا الأَبَاطِيْلُ
۱۳	أَرجو وَآمُلُ أَن تَدْنُوْ مَوَدَّتُهَا	وَما إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكَ تنوِيْلٌ
۱۴	أَمسَتْ سُعادُ بِأَرْضٍ لَا تُبَلِّغُهَا	إِلّا الْعِتَاقُ النَجِيْبَاتُ المَرَاسِيْلُ
۱۵	وَلَن يُبَلِّغَهَا إِلّا عُذافِرَةٌ	فِيْهَا عَلىٰ الأَيْنِ إِرْقَالٌ وَتَبْغِيْلٌ
۱۶	مِن كُلِّ نَضّاخَةِ الذِفرىٰ إِذَا عَرِقَتْ	عُرضَتُها طامِسُ الأَعْلَامِ مَجْهُوْلٌ
۱۷	تَرْمِيْ الْغُيُوْبَ بِعَيْنَيْ مُفرَدٍ لَهَقٍ	إِذا تَوَقَّدَتِ الحِزَانُ وَالمِيْلُ
۱۸	ضَخمٌ مُقَلَّدُهَا فَعْمٌ مُقَيَّدُهَا	فِي خَلْقِهَا عَنْ بَنَاتِ الفَحْلِ تَفْضِيْلٌ
۱۹	غَلْبَاءُ وَجْنَاءُ عُلْكُوْمٌ مُذَكَّرَةٌ	فِيْ دَفِّهَا سَعَةٌ قُدّامُهَا مِيْلٌ

۲۰	وَجِلْدُهَا مِنْ أَطُوْمٍ لَا يُؤَبِّسُهُ	طَلْحٌ بِضَاحِيَةِ الْمَتْنَيْنِ مَهْزُوْلُ
۲۱	حَرفٌ أَخُوْهَا أَبُوْهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ	وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شِمْلِيْلُ
۲۲	يَمشي القُرادُ عَلَيها ثُمَّ يُزلِقُهُ	مِنها لَبانٌ وَأَقرابٌ زَهاليلُ
۲۳	عَيرانَةٌ قُذِفَت بِالنَّحضِ عَن عُرُضٍ	مِرفَقُها عَن بَناتِ الزورِ مَفتولُ
۲۴	كَأَنَّ ما فَاتَ عَينَيها وَمَذبَحَها	مِن خَطمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرْطِيْلُ
۲۵	تُمِرُّ مِثْلَ عَسِيبِ النَّخْلِ ذا خُصَلٍ	في غارِزٍ لَم تَخَوَّنْهُ الأَحاليلُ
۲۶	قَنْواءُ في حُرَّتَيها لِلبَصيرِ بِها	عِتقٌ مُبينٌ وَفي الخَدَّينِ تَسْهِيْلُ
۲۷	تَخدي عَلى يَسَراتٍ وَهيَ لاحِقَةٌ	ذَوابِلٌ وَقعُهُنَّ الأَرضَ تَحليلُ
۲۸	سُمرُ العُجاياتِ يَترُكنَ الحَصىٰ زِيَماً	لَم يَقِهِنَّ رُؤُوْسَ الأُكْمِ تَنْعِيْلُ
۲۹	كَأَنَّ أَوبَ ذِراعَيها وَقَد عَرِقَت	وَقَد تَلَفَّعَ بِالقورِ العَسَاقِيْلُ
۳۰	يَوماً يَظَلُّ بِهِ الْحِرباءُ مُصْطَخِداً	كَأَنَّ ضاحِيَهُ بِالشَّمْسِ مَمْلُوْلُ
۳۱	قَالَ لِلْقَومِ حَادِيْهِمْ وَقَدْ جَعَلَتْ	وُرْقُ الجَنادِبِ يَرْكُضْنَ الْحَصى قِيْلُوا
۳۲	شَدَّ النَّهارِ ذِرَاعا عَيْطَلٍ نَصَفٍ	قَامَتْ فَجاوَبَها نُكدٌ مَثاكيلُ
۳۳	نَوّاحَةٌ رَخوَةُ الضَبعَيْنِ لَيسَ لَهَا	لَمّا نَعىٰ بِكرَهَا النَّاعُوْنَ مَعْقُوْلُ
۳۴	تَفِري اللَّبانَ بِكَفَّيها وَمِدرَعِها	مُشَقَّقٌ عَن تَراقيها رَعابيلُ
۳۵	يَسعى الوُشاةُ بِجَنبَيها وَقَولُهُم	إِنَّكَ يَا بنَ أَبي سُلمى لَمَقتولُ
۳۶	وَقالَ كُلُّ خَلِيلٍ كُنتُ آمُلُهُ	لَأُلْهِيَنَّكَ إِنّي عَنْكَ مَشغولُ
۳۷	فَقُلتُ خَلّوا سَبِيْلِیْ لا أَبَا لَكُمُ	فَكُلُّ مَاْ قَدَّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلُ
۳۸	كُلُ ابْنِ أُنثى وَإِن طالَت سَلامَتُهُ	يَوماً عَلى آلَةٍ حَدباءَ مَحمولُ
۳۹	أُنبِئتُ أَنَّ رَسولَ اللهِ أَوعَدَني	وَالعَفْوُ عِنْدَ رَسولِ اللهِ مَأمولُ
۴۰	مَهلاً هَداكَ الَّذي أَعطاكَ نافِلَةَ ال	فُرْقَانِ فيها مَواعيظٌ وَتَفصيلُ
۴۱	لا تَأَخُذَنّي بِأَقوالِ الوُشاةِ وَلَم	أُذِنب وَلَو كَثُرَت عَنّي الأَقاويلُ

۴۲ لَقَد أَقومُ مَقاماً لَو يَقومُ بِهِ   أَرى وَأَسمَعُ ما لَو يَسمَعُ الفيلُ

۴۳ لَظَلَّ يُرعَدُ إِلّا أَن يَكونَ لَهُ   مِنَ الرَسولِ بِإِذنِ اللهَ تنويلُ

۴۴ حَتّى وَضَعتُ يَمِيْنِيْ لَاْ أُنازِعُهُ   في كَفِّ ذِيْ نَقِماتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ

۴۵ لَذاكَ أَهَيبُ عِندِي إِذْ أُكَلِّمُهُ   وَقيلَ إِنَّكَ مَنْسُوْبٌ وَمَسؤُوْلُ

۴۶ مِنْ ضَيْغَمٍ بِضَرَاءِ الأَرْضِ مُخْدَرَهُ   فِی بَطنِ عَثَّرَ غِيْلٌ دُوْنَهُ غِيْلُ

۴۷ ما زِلتُ أَقتَطِعُ البَيداءَ مُدَّرِعاً   جُنحَ الظَلامِ وَ ثَوبُ اللَيلِ مَسبولُ

۴۸ يَغدو فَيَلحَمُ ضِرغامَين عَيشُهُما   لَحمٌ مِنَ القَومِ مَعفورٌ خَراذيلُ

۴۹ إِذا يُساوِرُ قِرناً لا يَحِلُّ لَهُ   أَن يَترُكَ القِرنَ إِلّا وَهُوَ مَفْلُوْلُ

۵۰ مِنهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الجَوّ ضامِرَةً   وَلا تُمَشّي بِوادِيهِ الأَراجيلُ

۵۱ وَلا يَزالُ بِوادِيهِ أَخو ثِقَةٍ   مُطَرَّحُ البَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَأكولُ

۵۲ إِنَّ الرَسولَ لَنُوْرٌ / لَسَيفٌ يُستَضاءُ بِهِ   مُهَنَّدٌ مِن سُيوفِ اللهَ مَسلولُ

۵۳ في عُصبَةٍ مِن قُرَيشٍ قالَ قائِلُهُم   بِبَطنِ مَكَّةَ لَمّا أَسْلَموا زولوا

۵۴ زَالوا فَمازَالَ أَنكاسٌ وَلا كُشُفٌ   عِندَ اللِقاءِ وَلا مِيلٌ مَعازيلُ

۵۵ شُمُّ العَرَانِينِ أَبطالٌ لَبوسُهُمُ   مِن نَسجِ داوُدَ في الهَيجا سَرابيلُ

۵۶ بيضٌ سَوابِغُ قَد شُكَّت لَها حَلَقٌ   كَأَنَّها حَلَقُ القَفعاءِ مَجدولُ

۵۷ لا يَفرَحُوْنَ إِذَاْ نالَتْ رِماحُهُمُ   قَوماً وَلَيْسُوْا مَجازيعاً إِذا نيلوا

۵۸ يَمشون مَشْيَ الجِمالِ الزُهرِ يَعصِمُهُم   ضَربٌ إِذا عَرَّدَ السودُ التَنابيلُ

۵۹ لَاْ يَقَعُ الطَعنُ إِلّا في نُحورِهِمُ   ومَا لَهُم عَن حِياضِ المَوتِ تَهْلِيْلُ

* * * * *

منظوم ترجمہ: قصیدۃ ”بانت سعاد“

شہزادۂ رئیس ملت سید نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی

فراقِ یار میں دل آج میرا مضمحل، ایسا
کہ قیدِ عشق و نقشِ پا کا فدیہ دے نہیں سکتا

سویرے وقت فرقت قافلہ جب چل پڑا اس دم
ترنّم ریز، آنکھیں سرگیں نظریں حیا سے خم

بڑا پیچھے سے پٹّھا، آگے سے پتلی کمر والی
قدِ زیبا دراز وپست کے عیبوں سے ہے خالی

تبسّم ریزیوں سے جب چمکتے دانت تو ایسے
کہ بادہ نے دوبارہ کر دیا ہو دانت تر جیسے

وہ مئے میں آبِ سرد وصاف ہے، جو وادی سے نکلا
گزر جس پر ہوا ہو صبح میں بادِ شمالی کا

ہوائیں گندگی کو دور کرتی ہیں وہ آب ایسا
کہ جس پر قبل والی شب میں بادل جم کے ہو برسا

وہ کیا ہی دوست اچھا ہے، اگر وعدہ کا سچا ہو
نصیحت کو مری سن عمل پیرا بھی ہوتا ہو

مگر ظلم وستم کرنا یہ اس ہمدم کی فطرت ہے
کہ وعدہ توڑنا، عاشق بدلنا اس کی عادت ہے

نہ وہ اک حال پر ہے، رنگ بدلے بے وفائی کے
کہ جیسے مختلف رنگوں کے کپڑوں میں چڑیل آئے

وہ اپنے عہد وپیماں پر ہے قائم صرف اتنی دیر
کہ پانی باقی رہتا چھلنیوں میں صرف جتنی دیر

وہ وعدہ، آرزو کرنا کہیں دھوکا تمھیں نہ دیں
کہ خواب وآرزو گمراہ کرنے والی ہوتی ہیں

برائے یار گویا وعدۂ عرقوب ہے مثلاً
سوائے کذب ودھوکا کے نہیں ہے اور کچھ اصلاً

مجھے امید ہے اس کی مودّت پاس آئے گی
نہیں آتی گماں میں تیری جانب سے بھلائی بھی

وہ ایسی جا گیا، پہنچا نہیں سکتا کوئی مجھ کو
مگر وہ اونٹنی جو تیز وعمدہ نسل والی ہو

مجھے اس تک کوئی پہنچا نہیں سکتا کبھی لیکن
تھکن کے بعد بھی گر اونٹنی دوڑے تو پھر ممکن

پسینہ کان کی ہڈی سے چلنے میں نکلتا ہو
وہ اس صحرا کی عازم جو نشانِ رہ نگلتا ہو

نشانِ محو کو آنکھوں سے اپنی لیتی ہے
سفیدی بیل کی آنکھوں کی جیسے دیکھ لیتی ہے

چھپی چیزوں کو وہ بھی دیکھ لیتی سخت گرمی میں
کَمِثْلِ نَار جب ریت اور زمینیں بھی بھڑک اٹھیں

کہ گردن بھاری ہے اس اونٹنی کی ہاتھ ہے پختہ
بناتِ فحل سے وہ اپنی خِلقت میں بھی ہے عمدہ

بڑی گردن ہے چوڑے گال ہیں گویا ہو نر جیسے
کشادہ پہلو ہے میلوں کی دوری کو بھی وہ دیکھے

وہ جلد اس کی زرافہ سی، وہ دونوں پہلوئیں اس کی
کوئی شئ لاغر وکمزور اس کو کر نہیں سکتی

بڑی گردن، پچا ماموں لگے اس کا شرافت میں
پدر بھائی لگے وہ اونٹنی ہجاں کی سرعت میں

پھر اس کو وہ گرا دیتی اگر کیڑا چلے اس پر
کہ اس کے کوکھ کی، سینہ کی چکنی جلد ہے بہتر

وہ ایسی تند وچست اس کے بدن میں گوشت اکثر ہے
بناتِ زور سے ہے دور کہنی خوب بہتر ہے

وہ جبڑے، نرخرے تک اور اس کا آگے کا چہرہ
ہو قد گویا کہ پتھر کاٹنے والا کوئی آلہ

ہلاتی نخل کی ٹہنی کی مانند اپنی دم ہر دم
گھنے بال، اور رِشیر اس کا نکلنے سے نہ ہوتا کم

وہ ابھری ناک والی ہے، شَرَف کے کان والی ہے
وہ دیدہ ور کی خاطر، نرم ونازک گال والی ہے

بڑی تیزی سے چلتی ہے وہ دبلی پتلی ٹانگوں پر
وہ ان اونٹوں سے مل جائے جو پہلے سے ہوں راہوں پر

سبک سیری کو تم اس کی، بس اتنا جان لو اس سے
برائے نام پڑتے ہوں زمینوں پر قدم جیسے

ہے اتنا ٹھوس اس کا پیر جیسے گندمی نیزے
وہ سرعت کے سبب راہوں کے پتھر کو اڑا جاتے

ارے اس اونٹنی کے پاؤں میں اتنی صلابت ہے
کہ اس کو نعل بندی کی کہیں کوئی نہ حاجت ہے

اسے بازو کی تیزی سے پسینہ جب بھی آتا ہے
سرابی چادریں اوڑھی ہوں اس نے ایسا لگتا ہے

جھلس جائے ہے گرگٹ، وہ اثر گرمی کی حدّت کا
کہ لگتا ہے وہ گویا عادی ہے گرمی کی شدّت کا

مثالیں کیا بتاؤں میں تپش کیسی ہے سورج کی
بس اتنا جانیے جیسے کہ بھوبھل میں پکی روٹی

تپش ایسی، ہُدی خواں قوم سے بولا کہ دم لے لو
اور اس گرمی سے ٹڈی پتھروں پر پھڑپھڑاتی ہو

تپش کے بعد بھی بازو میں ایسی طاقت وقوّت
کہ جیسے درمیانی عمر والی ہو کوئی عورت

جواباً بولتیں وہ، درمیانی عمر والی سے
کہ جس کے بال بچے دہر میں زندہ نہ رہ پاتے

ہیں ناقہ کے قدم کیسے سبک رفتار مت پوچھو
کہ جیسے نوحہ زن ہے کوٹتی بازو سے سینے کو

زناں تھکتی نہیں اِظہار غم کرنے کی کثرت سے
بس ایسے اونٹنی تھکتی نہیں چلنے کی کُلفت سے

اور ارد وگرد اس کے بیٹھنے والوں کا ہے کہنا
یقیناً قتل ہو جائے گا تو ابن ابی سلمیٰ

رفیق ویار بولے ہم حمایت کر نہیں سکتے
کہ خود مشغول ہیں ہم تیری نصرت کر نہیں سکتے

ہٹو رستے سے، رہنے دو مجھے اب اپنی حالت میں
وہ سب ہوکر رہے گا رب نے لکھا ہے جو قسمت میں

یا

مجھے تم سے نہیں مطلب، مرے رستے سے ہٹ جاؤ
وہ سب ہوکر رہے گا رب نے قسمت میں جو لکھا ہو

اگرچہ زندگانی ہو طویل انسان کی لیکن
بالآخر وہ جنازے پر اٹھایا جائے گا اک دن

سنا ہے مصطفیٰ سے موت کا فرمان جاری ہے
مگر امیدِ بخشش جان رحمت سے ہماری ہے

رسول اللہ مجھ کو دیجیے مہلت صفائی کی
فزوں تر عمر ہو شاہِ ہدیٰ کی رہنمائی کی

ہوئی رب کی طرف سے آپ پر قرآن کی تنزیل
کہ جس میں ہیں مواعظ اور ہے ہر چیز کی تفصیل

پکڑ میری نہ فرمائیں چغل خوروں کی باتوں پر
یہ ساری من گھڑت باتیں ہیں، میں مجرم نہیں سرور

کھڑا اس محفل بارعب میں، جس کی سبھی باتیں
انوکھی دیکھتا سنتا ہوں، گر ہاتھی اسے سن لیں

پھر اس محفل کے رعب ودبدبہ سے فیل بھی لرزیں
رسول ورب مگر اس کے لیے حکم کرم کر دیں

بلا خوف وتردّد ہاتھ رکھا ان کے ہاتھوں پر
جو کافر، ملحدوں سے بدلہ لینے والا ہے بہتر

جب ان سے بات کرتا ہوں تو ہو جاتا ہوں میں مرعوب
کہا جاتا ہے پوچھا جائے گا تجھ سے ہے جو منسوب

نبی کے رعب کے آگے اسد کا رعب اوجھل ہے
رہے عثَّر میں، جس کے ہر طرف جنگل ہی جنگل ہے

زرہ پہنے سفر کرتا رہا جنگل کا میں شب بھر
کہ پہنایا گیا جس شب کو ہو ظلمت بھری چادر

فزوں اس شیر کی ہیبت سے رعب شاہ والا ہے
جو بچوں کے لیے خوراک کی خاطر نکلتا ہے

کہ جب مدِّ مقابل پر وہ ہو جاتا ہے حملہ ور
تو پھر جائز نہیں اس کے لیے چھوڑے، مگر ڈھاکر

اور اس کے ڈر سے باقی شیر چپی سادھ بیٹھے ہیں
اور اس وادی، علاقے میں پیادے خوف کرتے ہیں

بہادر شخص اس وادی میں جاں سے ہاتھ دھوتا تھا
وہ ہتھیاروں کو اور بوسیدہ کپڑوں کو بھی کھوتا تھا

نبی وہ نور ہیں جن کی وساطت سے ضیا ملتی
کہ جیسے ہو کھلی تلوار خلاقِ دو عالم کی

کہا ہے کہنے والے اِک قریشی شخص نے ان سے
ہم ایماں لاچکے، ہجرت کرو اب شہر مکہ سے

سبھی ایمان والے شہر طیبہ کر گئے ہجرت
مگر مجبور و مفلس اور بزدل نے نہ کی ہجرت

وہ اونچی ناک والے جان رحمت کے صحابہ ہیں
کہ جن کے جسم پر تھیں جنگ میں داؤد کی زرہیں

وہ مضبوطی ہے ایسی وہ چمک ایسی ہے زرہوں میں	ہے جیسی روشنی ، مضبوطیاں قفعا کے پیڑوں میں
وہ عالی ظرف ہیں قتلِ عدو سے خوش نہیں ہوتے	اگر مغلوب ہو جائیں تو گھبرا کر نہیں روتے
سفید اونٹوں کے جیسے جنگ کے میداں میں جاتے ہیں	وہ اپنے آپ کو ضربِ عدو سے بھی بچاتے ہیں
عدو کی برچھیوں کا زخم وہ سینوں پہ کھاتے ہیں	رضائے رب کی خاطر جان پر بھی کھیل جاتے ہیں

*****

(۱)

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلبِيْ الْيَومَ مَتْبُوْلٌ
مُتَيَّمٌ إِثرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكبُوْلٌ

منثور ترجمہ :

سُعاؔد جدا ہوگئی اور اس کی جدائی کے غم نے میرے دل کو بیمار کر دیا۔ دل اس کے نقشِ قدم کا اسیر ہے اور ایسا قیدی ہے کہ فدیہ ادا کر کے بھی اس کو آزاد نہیں کیا جاسکتا۔

منظوم ترجمہ:

فراقِ یار میں دل آج میرا مضمحل، ایسا
کہ قیدِ عشق و نقشِ پا کا فدیہ دے نہیں سکتا

حلِ لغات وتشریح الفاظ:

بانت : بَین سے مشتق ہے بمعنیٰ جدائی۔ **سُعاد:** ناظمِ قصیدہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی فرضی معشوقہ کا نام۔ **فا :** یہاں پر فاؔ عاطفہ ہے۔ **قلب :** دل، قلب کو قلب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے اندر بدلنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ **یوم:** دن برائے ظرفِ زمان۔ **مَتْبُوْلٌ :** کمزور، بیمار۔ بعض نسخوں میں " متبول " کے بجائے " مبتول "آیاہے۔ اس وقت یہ " قطع "کے معنیٰ میں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا قول ہے: وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلاً أی انقطع اليه كمالا و تكميلا ۔ یعنی دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر پوری طرح اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اسی سے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا لقب "بتول " ہے ۔ کیوں کہ وہ دنیا اور اس آرائش وآسائش سے قطعِ تعلق کر کے پوری طرح اللہ رب العزت کی طرف مائل و متوجہ رہا کرتی تھیں۔ **مُتَيَّمٌ :** بہ تشدیدِ یائے مفتوحہ، خبرِ ثانی۔ بمعنیٰ اسیر، قیدی۔ کیوں کہ محب اپنے محبوب کے روبرو قید شدہ عندلیب (بلبل) کے مانند ہوتا ہے یا یہ مطیع و منقاد اور مامور کے معنیٰ میں ہے۔ **اِثْر :** بکسرِ ہمزہ، نشانِ قدم کو کہتے ہیں جو کسی انسان کے زمین پر چلنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ **لم يُفْدَ :** فدا ، یفدو اور فدیٰ، یَفدِی سے مضارع منفی

مجہول۔اس کا معنیٰ ہے:**فدیہ دے کر قیدی کو چھڑانا۔** **مکبول :** اسمِ مفعول، **مشتق از** "کبل "بمعنیٰ قید، مکبولؔ یعنی عاشقِ ماسور و محبِّ محصور یعنی قیدی عاشق۔

خلاصۂ کلام:

سعاد داغِ مفارقت دے کر رخصت ہوگئی، اس جدائی کے سبب میرا دل بیمار اور ہر قسم کی دنیاوی لذتوں سے منقطع ہو گیا ہے ، سعاد کے رخصت ہو جانے کے بعد میں حیران و پریشان ہوں، کسی طرح اس دل کو قیدِ عشق اور اسیریِ رنج و الم سے رہائی نہیں مل رہی ہے اور میرے پاس سرمایہ بھی نہیں ہے جس سے فِدیہ ادا کر کے قیدِ عشق اور زنجیرِ محبت سے آزادی حاصل کرلوں۔

عناصر بلاغت:

فائدہ: شاعر نے اس شعر میں بلاغت کا بھی استعمال کیا ہے:

(۱) مَتْبُوْل میں استعارۂ تصریحیہ ہے، کیوں کہ عشق کو مرض سے تشبیہ دی ہے، اور متبول بمعنیٰ مریض مشبہ بہ کو بیان کیا ہے۔

(۲) مُتَیَّمٌ میں بھی استعارۂ تصریحیہ ہے اگر مُتَیَّمٌ سے مراد عاشق ہے، اور اگر غلام کے معنیٰ میں ہے تو مجاز مرسل ہے کہ فرماں برداری لازم ہے غلامی کے لیے۔

(۳) مَکْبُوْل میں بھی استعارۂ تصریحیہ ہے، یہ کبل سے مشتق ہے، جس کا حقیقی معنیٰ قید ہے، عاشق کو مکبول بمعنیٰ قیدی سے تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ میں صرف مشبہ بہ کی صراحت ہے تو استعارۂ تصریحیہ پایا گیا۔

(۴) **متیّم** اور متبول، یُفدَ، مکبول ان چاروں کلمات کے لانے سے صنعت مراعاۃ النظیر بھی پائی جا رہی ہے۔

استعارۂ مصرّحہ یا تصریحیہ: وہ استعارہ ہے جس میں مشبہ بہ صراحت ہو یعنی اسے بیان کیا گیا ہو۔ جیسے آیت کریمہ ﴿مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ میں ظلمٰت سے گمراہی کو اور نور سے ہدایت کو تشبیہ دی گئی ہے اور ظلمٰت و نور مشبہ بہ کو بیان کر دیا گیا ہے۔

مجاز مرسل: جب لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ ان کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس میں کوئی اور ہی تعلق ہو جیسے لازم ہونا، جزئیت، کلیت، سببیت، مسببیت۔

مراعاۃ النظیر: کلام میں شاعر جب ایک چیز کا ذکر کرے اور پھر اس چیز کی مناسب اور چیزوں کا ذکر کرے جن میں کوئی تضاد نہ ہو تو یہ صنعت مراعاۃ النظیر کہلاتی ہے۔

تقطیع:

قصیدہ بانت سعاد "بحر بسیط" میں ہے:

مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُن فَاعِلُنْ
مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ مُسْتَفْعِلُن فَاعِلُنْ

مذکورہ شعر کی تقطیع یوں ہوگی:

بَانَتْ سُعَاْ / دُفَقَلْ / بِ لْيَوْمَ مَتْ / بُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

مُتَيَّمُنْ / اِثْرَهَاْ / لَمْ يُفْدَ مَكْ / بُوْلُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں دو جگہ "خبن" اور دو جگہ "قطع" ہے باقی سب سالم ہیں۔

خبن: دوسرے ساکن کو حذف کرنے کو خبن کہتے ہیں جیسے فَاعِلُنْ سے فَعِلُنْ اور مُسْتَفْعِلُنْ سے مَفَاعِلُنْ۔ [معین العروض مع دروس البلاغۃ، ص:۵۹]

قطع: وتد مجموع کے ساکن کو گرا کر اس کے ماقبل کو ساکن کرنا جیسے فَاْعِلُنْ سے فَعْلُنْ۔ [مصدق الفضل، ص:۱۸]

*****

(۲)

وَمَا سُعادُ غَدَاةَ الْبَيْنِ إِذْ رَحَلُوْا
إِلّا أَغَنُّ غَضِيْضُ الطَّرْفِ مَكْحُوْلُ

منثور ترجمہ :

صبح کے وقت جب سعآد اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ رخصت ہوئی تو اس وقت ہرنی کی مانند اس کی آواز میں ترنم، نگاہیں جھکی ہوئیں اور آنکھیں سرگیں تھیں۔

منظوم ترجمہ :

سویرے وقت فرقت قافلہ جب چل پڑا اس دم
ترنّم ریز، آنکھیں سرگیں نظریں حیا سے خم

حلِ لغات وتشریح الفاظ:

وَ مَا سُعَادُ : ما نافیہ ہے۔ **غَدَاة** : عَشِیٌّ کے مقابلے میں غدآۃ بولا جاتا ہے، اس کا معنٰی صبح ہے۔ یہ لفظ (غداۃ) قرآن میں بھی آیا ہے: ﴿غُدُوًّا و عَشِيًّا﴾ اور ﴿بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ﴾. **بين** : بانَ فعل کا مصدر ہے بمعنٰی دوری و جدائی ہے اور " غداۃ البین "ظرفِ زمان ہے۔ **إِذْ رَحَلُوْا** : غداۃ کا بدل الکل ہے۔ بعض نسخوں میں " رَحلَتْ " آیا ہے۔ صیغۂ جمع "رَحلُوْا" اس لیے لایا گیا کہ سعآد نے اپنی قوم کے ساتھ رختِ سفر باندھا یا پھر تعظیماً و تکریماً صیغۂ جمع لایا گیا۔ **أَغَنُّ**: جس کی آواز میں غنا اور ترنم ہو، " اَغنُّ " سے پہلے " غزال " مقدّر ہے یعنی ہرنی کی مانند جس کی آواز میں ترنّم اور گنگناہٹ تھی۔ **غَضِيْضَ الطَّرْفِ** : یعنی بیمار چشم، یہ کنایہ ہے شدتِ حیا سے یعنی سعآد بہت زیادہ شرمیلی ہے اور شدّتِ حیا کے باعث کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتی۔ غضیض بروزنِ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ **مَكْحُوْل** : کُحل بضمِ کاف یا کَحل بفتحِ کاف وحاء سے مشتق ہے۔ سرگیں آنکھ۔

خلاصۂ کلام:

صبح کے وقت جب سعاد رخصت ہوئی تو اس وقت وہ خوش آواز ہرن کی مانند نغمہ ریز تھی اور شرم وحیا کے مارے اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، وہ خود صاحبِ حسن وجمال بھی تھی، وہ بھلا دوسروں کی طرف نظر اٹھا کر کیوں دیکھے۔ نیز اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔ پہلے شعر میں کمالِ محبّت اور غایتِ عشق کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا شعر محبوب کی محب سے بے نیازی پر دلالت کرتا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) وضع المظہر موضع المضمر:

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ سعاد کا دوبارہ ذکر کیا جب کہ اسم ضمیر لانا چاہیے، چوں کہ دوبارہ سعاد کا ذکر کرنا اور ضمیر نہ لانا یہ زیادتی تمکن پیدا کرتا ہے جو بلاغت کی ایک صورت ہے اور اس میں محبوب سے زیادتیٔ محبت کا ثبوت ہے جو اہل دل اور اہل نظر پر مخفی نہیں کیوں کہ محبوب کا نام ذکر کرنا مریض قلب کے لیے دوا کا کام کرتا ہے جس سے اس کو تسلی حاصل ہوتی ہے، اسے علم معانی میں وضع المظہر موضع المضمر کہتے ہیں۔

(۲) اس میں استعارۂ تصریحیہ بھی ہے، شاعر نے سعاد کو نغمگی، سرگیں اور کاجل لگے ہونے میں ہرنی سے تشبیہ دی ہے۔

(۳) اور لفظ الطرف، غضیض اور مکحول میں مراعاۃ النظیر کی صنعت پائی جاتی ہے۔

تقطیع:

وَمَاْ سُعَاْ / دُ غَدَاْ / ةَ لْبَيْنِ إِذْ / رَحَلُوْ

مَفَاعِلُنْ (مخبون) / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون)

إِلَّاْ اَغَنْ / نُ غَضِيْ / ضُ طَّرْفِ مَكْ / حُوْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ (مقطوع)

اس شعر میں ۴ / جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳)

هَیفاءُ مُقبِلَةً عَجزاءُ مُدْبِرَةً
لا یُشتکی قِصَرٌ مِنها وَلا طُوْلٌ

منثور ترجمہ:

سعاؔد آگے سے پتلی کمر والی اور پیچھے سے دیکھنے میں بڑی سُرین والی معلوم ہوتی ہے ۔ اس کے قد کی کوتاہی اور دارزی کی شکایت نہیں کی جا سکتی یعنی وہ نہ طویل القامت ہے اور نہ کوتاہ قد۔

منظوم ترجمہ:

بڑا پیچھے سے پٹّھا، آگے سے پتلی کمر والی
قدِ زیبا دراز وپست کے عیبوں سے ہے خالی

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

ھیفاء :بروزنِ بیضاء،پتلی کمر والی عورت کو" ھیفاء "کہتے ہیں یعنی سعاؔد کی کمر پتلی ہے۔ **مُقْبِلَةٌ** : مقبلة حال ہے ھیفاء کا۔یعنی سامنے سے سعاؔد کی حالت وکیفیت ایسی ہے کہ دیکھنے میں پتلی کمر والی معلوم ہوتی ہے ۔ **عجزاء**: بروزنِ صحراء بمعنیٰ بڑی سرین والی عورت ۔ **مُدْبِرَة** : مدبرۃ حال ہے عجزآء کا۔یعنی سعاؔد پیچھے سے دیکھنے میں بڑی سُرین والی معلوم ہوتی ہے ۔ **لا یُشتکیٰ**: باب افتعال اشتکیٰ ، یشتکی بمعنیٰ شکایت کرنا۔یہ فعل مضارع منفی مجہول ہے۔یعنی سعاؔد کے طویل القامت ہونے یا پست قد ہونے کی شکایت نہیں کی جا سکتی۔ مقبلة و مدبرۃ اور قصر و طول کا ذکر" صنعتِ مقابلہ "کے قبیل سے ہے جو اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام:

سعاؔد ہر زاویے سے حسن وجمال کی پیکر ہے، وہ نہ طویل القامت ہے اور نہ کوتاہ قد۔ وہ جب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک وضع سے دوسری وضع کی طرف جاتی ہے تو آگے سے پتلی کمر والی اور پیچھے سے بڑی سرین والی معلوم ہوتی ہے اور

کسی کو اس کے قد و قامت (یعنی اس کے قد کی درازی اور کوتاہی) کے بارے میں اعتراض کرنے اور عیب لگانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ سعاؔد کے ان دو وصفوں سے اس کی باقی صفات کی عمدگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) قصر و طول کی طرف اشتکاء کی اِسناد (نسبت) کرنا مجاز عقلی ہے کیوں کہ یہ اسناد اسناد الیٰ السبب کے قبیل سے ہے، جیسے سَرَّتْنِیْ رُؤْیَتُكَ، تیرے دیدار نے مجھے خوش کر دیا، حالاں کہ حقیقۃً خوش کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(۲) هَیْفَاء، عَجْزَاء اور مقبلة، مدبرة میں صنعت مقابلہ ہے۔

مجاز عقلی:

فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت ایسی چیز کی طرف کرنا جس کی طرف وہ اصلاً منسوب نہ ہوتے ہوں، مگر کسی تعلق کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہو، جیسے نَهْرٌ جَارٍ (بہتی نہر) نہر کے پانی کا محل ہونے کی وجہ سے بہنے کی نسبت نہر کی طرف کر دی گئی ورنہ اصلاً پانی بہتا ہے۔

صنعتِ مقابلہ:

دو یا دو سے زیادہ معنیٰ ذکر کیے جائیں، پھر ان کے ساتھ ان کے مقابل معنیٰ بھی بیان کر دیے جائیں، جیسے: ﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا﴾

تقطیع:

هَیْفَاءُ مُقْ / بِلَتَنْ / عَجْزَاءُ مُدْ / بِرَتَنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون)

لَاْ یُشْتَکَیْ / قِصَرُنْ / مِنْهَاْ وَ لَاْ / طُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ (مقطوع)

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع ہے باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴)

تَجْلُو عَوارِضَ ذِي ظَلْمٍ إِذَا ابْتَسَمَتْ
كَأَنَّهُ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُولُ

منثور ترجمہ:

مسکراتے وقت وہ ایسے صاف و شفاف اور آبدار دانت ظاہر کرتی ہے گویا اسے شراب میں کئی بار ترکیا گیا ہو۔

منظوم ترجمہ:

تبسّم ریزیوں سے جب چمکتے دانت تو ایسے
کہ بادہ نے دوبارہ کر دیا ہو دانت تر جیسے

حلِ لغات وتشریح الفاظ:

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِیْ ظَلَمٍ : جَلَا یَجْلُوْ ظاہر کرنا، واضح کرنا۔ **عوارض** : عارض کی جمع ۔ عارض سامنے کے ان دانتوں کو کہتے ہیں جو ہنستے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ **ظَلَم**: بفتحِ ظائے معجمہ۔ دانت کی سفیدی، دانت کی چمک، ذی ظَلْم: ثَغْر موصوفِ محذوف کی صفت ہے، ثَغر کا معنی دانت کی قطار ۔ **اِبْتَسَمَتْ** : بابِ افتعال "إبْتِسَام " سے ماضی واحد غائب کا صیغہ ہے اور إذا تجلو کا ظرف ہے۔ **مُنْہَل** :اسمِ مفعول بابِ افعال " اِنہال " سے مشتق ہے۔ اس کا معنٰی ہے: ایک بار تر کرنا، ایک بار بھگونا ۔ **الراح** : شراب ،مُنہل سے متعلق ہے ۔ **مَعْلُوْل** : یہ عَلَّ یَعُلُّ(ن) سے صیغۂ اسم مفعول ہے۔ اس کا معنٰی ہے: دوبار ترکرنا یادوبار شراب پلانا۔

خلاصۂ کلام:

جب سعاؔد ہنستی ہے تو موتیوں کے مثل صاف و شفاف اور چمکدار دانت ظاہر کرتی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دانتوں کو شراب میں کئی بار ترکیا گیا ہو۔ اس ترکیب میں جو کشش اور معنوی حسن ہے وہ اربابِ ذوق سے پوشیدہ نہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں العوارض، الظلم اور الابتسام کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۲) كَأَنَّهٗ مُنْهَلٌ میں تشبیہ حسّی بہ حسّی ہے۔

(۳) اور "منهل" اور "معلول" میں تشبیہ الجمع ہے کیوں کہ مشبہ بہ ایک سے زائد ہے۔

(۴) اور "ذی ظلم" میں ایجازِ حذف ہے کیوں کہ موصوف "ثغر" محذوف ہے، ایجاز حذف علم معانی کی ایک اصطلاح ہے، اصطلاح کا معنیٰ ظاہر ہے۔

تشبيه الجمع:

وہ تشبیہ ہے جس میں مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ ایک سے زیادہ ہوں۔

تقطیع:

تَجْلُوْعَوَاْ/ رِضَ ذِيْ/ ظَلْمِنْ إِذَبْ/ تَسَمَتْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

كَأَنَّهٗ مُنْهَلُنْ / بِاْلرَّاْحِ مَعْ / لُوْلُوْ
مَفَاعِلُنْ/ فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں تین خبن اور ایک قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵)

مِنْ ماءِ مَحنِيَةٍ شُجَّتْ بِذي شَبَمٍ
صافٍ بِأَبطَحَ أَضْحىٰ وَهُوَ مَشْمُوْلٌ

منثور ترجمہ:

وہ شراب (جس سے سعاد کے دانت تر کیے گئے ہیں) ایسی ہے جس میں صاف اور ٹھنڈا پانی ملایا گیا ہے اور اسے چاشت کے وقت بطنِ وادی سے نکالا گیا ہے اور اس پانی کو شمالی ہوا کے سرد جھونکوں نے خنک (ٹھنڈا) کیا ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ مئے میں آبِ سرد وصاف ہے، جو وادی سے نکلا
گزر جس پر ہوا ہو صبح میں بادِ شمالی کا

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

شُجّتْ: بضمِ شین وتشدیدِ جیم، فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔ شَجَّ یشُجُّ شجًّا: توڑنا، زخمی کرنا اور مجازاً شراب میں پانی ملانا۔ شُجّت یعنی ملایا گیا۔ شُجّت کی ضمیر فاعلی ھِیَ راجع سوئے راح (بمعنی شراب) ہے یا راجع بسوئے عوارض ہے، یہ جملہ شراب کی صفت ہے یا حال ہے۔ **ذِیْ شَبَمٍ**: ماء محذوف کی صفت ہے، بہت میٹھا اور شدید ٹھنڈا پانی۔ **مِنَ ماءٍ مَحْنِیۃٍ**: من بیانیہ اور پوری عبارت "مَاء" کی صفت یا حال ہے۔ **مَحْنِیۃ**: بفتحِ میم وسکونِ حائے حُطّی وکسرۂ نون، بارش کے صاف وشفاف پانی کو" محنیة "کہتے ہیں۔ **صافٍ**: ماء کی صفت ہے۔ جو پانی خس وخاشاک اور گرد وغبار سے محفوظ ہو، اس کو صاف کہتے ہیں۔ **اَبْطَحَ**: وہ کشادہ نالہ جس میں ریت اور چھوٹی بڑی کنکریاں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا پانی صاف وشفاف اور خوش گوار ہوتا ہے۔ **أضْحیٰ**: ضُحیٰ بمعنی چاشت کا وقت سے مشتق ہے۔ **مَشْمُوْلُ**: جس پر ہر آن ہر گھڑی بادِ شمال کا گذر ہو، پانی کو صاف وشفاف اور ٹھنڈا رکھنے میں بادِ شمالی اپنے اندر بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ نیز شراب میں ٹھنڈا پانی ملانے سے اس کی تاثیر معتدل ہو جاتی ہے اور

پینے میں خوش گوار اور ذائقہ دار معلوم ہوتی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کو ٹھنڈا پانی بہت پسند تھا۔ یہاں تک آپ اس طرح دعا مانگتے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ اِلَيْنَا مِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ حضرت امام شاذلی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب میں ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو دل کی گہرائی سے اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے میں اپنے حبیب (حضور سید عالم ﷺ) سے ملاقات کرتا ہوں۔

خلاصۂ کلام:

سعاد کے دانت جس شراب سے تر کیے گئے ہیں ،اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ٹھنڈا، صاف وشفاف اور ذائقہ دار پانی ملایا گیا ہے۔ اسے چاشت کے وقت اس نالے سے نکالا گیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہیں اور اس پر بادِ شمالی کا گذر ہوا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سعاد کے چمکتے دانت کی صفائی اور چمک اس شراب جیسی ہے، جس میں نہایت صاف وشفاف اور ٹھنڈے پانی کی آمیزش کی گئی ہے۔ جس شراب میں ایسا پانی ملا ہو، اس کی تازگی اور صفائی کا کیا کہنا! کچھ یہی حال سعاد کے چمکتے دانت کا ہے۔

عناصر بلاغت

(۱) اس شعر میں الشج، الماء، المحنیة، الصفا اور الأبطح کا ذکر کرنا مراعاۃ النظیر کے قبیل سے ہے۔

(۲) شُجّتْ کی ضمیر اگر عوارض کی طرف لوٹے تو استعارہ کنائیہ ہے اور شج کا اثبات استعارۂ تخییلیہ ہے۔

استعارہ کنائیه: وہ استعارہ جس میں متکلّم ایک چیز کو دوسری شئ کے ساتھ دل ہی میں مماثلت طے کر کے سوائے مستعار لہ (مشبہ) کے کسی کا ذکر نہ کرے، مگر مستعار منہ (مشبہ بہ) کے لوازم میں سے کسی لازم کو مستعار لہٗ (مشبہ) کے لیے ثابت کرے، اس کو استعارہ بالکنایہ بھی کہتے ہیں، جیسے موت درندے سے تشبیہ دیں مگر درندے کا ذکر نہ ہو، ہاں اس کے لازم پنجے کو موت کے لیے ثابت کیا جائے۔

استعارہ تخییلیہ:

مذکورہ مثال میں موت کے لیے درندے کے پنجے کو ثابت کرنے میں استعارۂ تخییلیہ ہے، یعنی مستعار لہٗ کے لیے مستعار منہ کے لازم کو ثابت کرنا استعارۂ تخییلیہ ہے۔

نوٹ: استعارۂ تخییلیہ، استعارۂ کنایہ کے تحت پایا جاتا ہے۔

تقطیع:

شُجَّتْ بِذِيْ / شَبِمِنْ / مِنْ مَاءِ مَحْ / نِيَتِنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

صَافِنْ بِأَبْ / طَحَ أَضْ / حَىْ وَهُوَمَشْ / مُوْلُ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع ہے باقی سب سالم ہیں۔

*****

(٦)

تَنْفِی الرِّیاحُ القَذی عَنْه وَأَفرَطَهُ
مِن صَوبِ سارِیَةٍ بیضٌ یُعالیلُ

منثور ترجمہ:

ہوا اس پانی سے (جو شراب میں ملایا گیا ہے) خس و خاشاک کو دور کرتی ہے اور رات کے وقت سفید اور تہ بہ تہ بادلوں نے اس وادی یا گھاٹ پر پانی برسایا اور اس کو پانی سے بھر دیا۔

منظوم ترجمہ:

ہوائیں گندگی کو دور کرتی ہیں وہ آب ایسا
کہ جس پر قبل والی شب میں بادل جم کے ہو برسا

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

تَنْفِي الرِّيَاحُ : ریاح، ریح کی جمع ہے، بمعنیٰ ہوا۔ **تنفی**: دور کرنا۔ **القذیٰ**: گندگی، خس وخاشاک۔ یعنی ہوائیں اس پانی سے گندگی اور خس وخاشاک کو دور کرتی ہیں۔ یہ جملہ "مَاء" کی صفت یااس سے حال ہے اور ضمیر راجع ہے "مَاء" کی طرف۔ **افرطه** : بابِ افعال سے فعلِ ماضی معروف واحد غائب، بمعنیٰ پُر کرنا، بھر دینا یعنی بادل نے اس وادی کو پانی سے بھر دیا ہے۔ **صَوْبِ سارِيَةٍ** : یہ متعلق ہے "افرطه " سے۔ صوب کے بہت سارے معانی آتے ہیں، یہاں صوب سے مراد بارش کا پانی ہے، کیوں کہ "سار یة "کا لفظ اس پر قرینہ ہے۔ **سارية**: اس بادل یا بارش کو کہتے ہیں جو رات کے وقت آئے۔ بعض نسخوں میں " سار یة " کے بجائے " غادیة "کا لفظ آیا ہے، " غادیة "صبح کے وقت آنے والے بادل یا بارش کو کہتے ہیں۔ **بِيْضٌ** : ابیض یا بیضاء کی جمع ہے بمعنیٰ سفید۔ یہ مرفوع ہے اور "افرط "کا فاعل ہے۔ **يَعَالِيْلُ** : جمع ہے اور اس کا واحد " یعلول " ہے، تہ بہ تہ بادل اور پے در پے بارش کو "يَعْلُوْلُ " کہتے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

ہوا نے اس پانی سے گندگی اور خس وخاشاک کو دور کر دیا ہے اور اس وادی کو رات کے وقت سفید اور تہ بہ تہ بادلوں نے بارش سے بھر دیا ہے، تو جس طرح بادل اور بارش ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، اسی طرح اس شراب میں پانی ملے ہوئے ہیں جس سے سعاؔد کے دانت تر کیے گئے ہیں، لیکن اس تمثیل سے سعاؔد کے دانت کی سفیدی اور چمک بوجہِ احسن ادا نہیں ہوتی۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز عقلی ہے کیوں کہ "تنفی" کی اسناد "ریاح" کی طرف اور "افراط" کی اسناد "بِیْض یعنی سفید بادلوں" کی طرف کرنے میں اسناد الی السبب ہے، لہذا مجاز عقلی پایا گیا۔

(۲) اور "ماء مَحْنِیّة" کے لفظ سے حقیقتِ ماء مراد ہے، جب کہ "افرطهٗ" کی ضمیر سے ماء کا مجازی معنی "پانی کی جگہ" مراد ہے لہذا صنعتِ استخدام پائی گئی۔

صنعتِ استخدام:

یہ ہے کہ دو معنیٰ رکھنے والے لفظ سے ایک معنیٰ مراد لیا جائے اور کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے دوسرا معنیٰ مراد ہو، جیسے "سماء" کا معنیٰ بارش بھی ہے اور سبزہ بھی اگر اسم ظاہر "سماء" سے بارش ہو جب کہ اس کی ضمیر سے سبزہ مراد ہو تو صنعت استخدام پائی جائے گی۔

تقطیع:

تَنْفِيْ رِيَاْ / حُ لْقَذَيْ / عَنْهُ وَاَفْ / رَطَهُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

مِنْ صَوْبِ سَاْ / رِيَتِنْ / بِيْضُنْ يَعَا / لِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں دو خبن ہیں اور ایک جگہ قطع اور باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۷)

أَكْرِمْ بِهَا خُلَّةً لَوْ أَنَّهَا صَدَقَتْ
مَوْعُوْدَهَا وَلَوْ أَنَّ النُّصْحَ مَقْبُوْلُ

منثور ترجمه:

وہ (سعاد) کیا ہی اچھی دوست ہے، کاش وہ وعدے کی بھی سچی و پکی ہوتی اور میری نصیحت پر عمل پیرا ہوتی۔

منظوم ترجمہ:

وہ کیا ہی دوست اچھا ہے، اگر وعدہ کا سچا ہو
نصیحت کو مری سن کر عمل پیرا بھی ہوتا ہو

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

اَکْرِمْ بِھَا :صیغہ تعجّب ہے۔ **خُلَّۃٌ**:خلیل، دوست۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے مستعمل ہے، یہ اصل میں مصدر ہے بمعنیٰ دوستی، " خلۃ "ضمیر " بھا " کی تمیز یا اس سے حال ہے۔ لَوْ: حرفِ تمنی ہے،" اکرم بھا "میں " کرم "سے مراد بخل کی ضد ہے اور یہ کرم بالمال، موافقت، ایفائے عہد اور وصال وصدق سب کو شامل ہے۔ **مَوْعُوْد**: وعدہ۔ **النُّصْحُ**:بضمِ نون بمعنیٰ نصیحت۔ نُصح یا نصیحت "خیر خواہی " یعنی منصوح کے ساتھ خیر کا ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: الدین النصیحۃ۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔

خلاصۂ کلام:

سعآد دوستی کے لحاظ سے کتنی اچھی ، نیک اور کریم الطبع ہے بشرطیکہ وہ صادق الوعد یعنی وعدہ پورا کرنے والی ہو اور اس کے اندر ایفائے عہد کا وصف پایا جائے اور میری نصیحت قبول کرنے والی ہو۔ کاش کہ سعآد میری نصیحت قبول کرتی اور اپنے وعدے میں سچی ہوتی تو وہ بہت اچھی دوست کہلانے کی مستحق ہوتی ،کیوں کہ ایسے محبوب سے دوستی کرنا بڑی اچھی بات ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) خُلّۃٌ بمعنیٰ خلیل میں مجاز عقلی ہے کیوں کہ مصدر بول کر صفت مشبہ مراد ہے۔

(۲) قبولِ نصیحت سے برائیوں سے پرہیز کا معنیٰ مراد لینے میں کنایہ بھی موجود ہے۔

تقطیع:

اَکْرِمْ بِهَا / خُلَّتُنْ / لَوْأَنَّهَا/ صَدَقَتْ
مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ
مخبون

مَوْعُوْدَهَا / أَوْلَوَنْ/ نَ نُنْصَحَ مَقْ/ بُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں ایک جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۸)

لَكِنَّها خُلَّةٌ قَدْ سِيْطَ مِن دَمِهَا
فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلافٌ وَتَبْدِيْلٌ

منثور ترجمہ:

لیکن وہ (سعاد) ایسی دوست ہے کہ عاشق کو رنج و تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کرنا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور یار بدلنا اس کے خون (فطرت) میں شامل ہے۔

منظوم ترجمہ:

مگر ظلم وستم کرنا یہ اس ہمدم کی فطرت ہے
کہ وعدہ توڑنا، عاشق بدلنا اس کی عادت ہے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

خُلّة : خُلّۃ اور خِلّۃ دونوں منقول ہیں۔ بضمِ خاء دوست کے معنی میں آتا ہے اور بکسرِ خاء عادت وخصلت کے معنی مستعل ہے۔ بکسرِ خاء (خِلّۃ) پڑھنے کی صورت میں معنی ہوگا کہ سعاؔد خصلت والی ہے یا بطورِ مبالغہ وہ عینِ خصلت ہے۔

جیسے کہا جاتا ہے: زیدٌ عدلٌ: زید عادل و منصف نہیں بلکہ عینِ عدل و انصاف ہے۔ **قَدْ سِیْطَ**: ساط یسوط سوطا سے فعل ماضی مجہول واحد غائب بمعنی ملانا، آمیزہ کرنا۔ سِیْطَ یعنی ملادیا گیا ہے۔ **من دمھا**: خون۔ شعر میں حرفِ "من "بمعنی "فی " ہے۔ **فجع**: تکلیف دینا، رنج پہنچانا، مصیبت میں ڈال دینا۔ **ولع**: جھوٹ بولنا۔ ولع یلع ولعا سے مصدر ہے۔ ولع مکروفریب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ **اخلاف**: بابِ افعال سے وعدہ خلافی کرنا، ملاقات کا وعدہ کر کے مکر جانا۔ **تبدیل**: احوال میں تغیر کرنا، یہاں عاشق بدلنا مراد ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اپنے محبوب کی تعریف و توصیف کے بعد اس کی مذمت بیان کرنا محب اور خود محبوب کی شان کے خلاف ہے تو پھر شاعر نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے احوال سے بخوبی واقف ہے۔ جب سعاد بچھڑ گئی تو عاشق کا دل بے چین ہو گیا اور اس کی صفاتِ حسنہ کا تذکرہ کرنے لگا، لیکن یہ سوچ کر کہ اس کی تعریف و توصیف سن کر کہیں لوگ اس کے دامِ عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں، شاعر نے اس کے عیوب بھی بیان کر دیے تاکہ لوگ اس سے دور رہیں، اور عشق نہ کریں کہ عشق کے جھمیلوں اور ہجر کی تکلیفوں کو برداشت کرنا سب کے بس کی بات نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام:

سعاد ایسی دوست ہے یا ایسی خصلت والی ہے کہ عاشقوں کو تکلیف دینا، جھوٹ بولنا، فریب دینا، مکاری کرنا، وعدہ خلافی کرنا اور تغیرِ احوال کرنا یعنی عاشق بدلنا اس کے خون (سرشت و فطرت) میں شامل ہے۔

عناصر بلاغت:

اس شعر میں الفجع، الولع، الاخلاف، التبدیل کا ذکر مراعاۃ النظیر کے قبیل سے ہے۔

تقطیع:

لَاْ كِنَّهَاْ / خُلَّتُنْ / قَدْ سِيْطَ مِنْ / دَمِهَا
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

فَجْعُنْ وَوَلْ / عُنْ وَاِخْ / لَاْفُنْ وَ تَبْ / دِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں ایک خبن اور ایک قطع باقی سالم ہیں۔

*****

(۹)

فَما تَدومُ عَلى حالٍ تَكونُ بِها
كَما تَلَوَّنُ في أَثوابِها الغولُ

منثور ترجمہ:

اس لیے کہ وہ (سعاد) ایک حال پر قائم نہیں رہتی، بلکہ چڑیل کی طرح مختلف لباسوں (شکلوں) میں اپنا رنگ بدلتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

نہ وہ اک حال پر ہے، رنگ بدلے بے وفائی کے
کہ جیسے مختلف رنگوں کے کپڑوں میں چڑیل آئے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

فما تدوم: فاء سببیہ ہے۔ یعنی مذکورہ بالا اوصافِ غیر حسنہ کے سبب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سعاؔد ہمیشہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ **تَكُونُ بِهَا:** یہ جملہ لفظِ حال کی صفت ہے۔ " بها " میں باؔء ملابست (اتّصال) کے لیے ہے یا " علیٰ " کے معنی میں ہے۔ **کما تلوّن:** میں " ما " مصدریہ ہے اور اس سے پہلے کچھ عبارات

محذوف ہیں " أی تَتَلَوَّنُ تلوّنا کما تتلوّن الغول " ۔ **تلوّن:** فعل مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، لیکن یہاں اس سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ "تلوّن" کا معنیٰ ہے: رنگ برنگ ہونا یا رنگ بدلنا۔ تَلَوَّنُ کا فاعل " غُول " ہے۔ **غُول:** بضمِ غین۔ مہیب اور ڈراؤنی شکل کی مخلوق (چڑیل، بھوتنی) کو کہتے ہیں جو انسان کو ڈراتی ہے اور ہلاک کر دیتی ہے۔ چڑیل شیطان کی جنس سے مادہ ہے۔ **فی اثوابھا:** یہ تَلَوَّنُ سے متعلق ہے۔ اثواب ثوب کی جمع ہے بمعنی کپڑا۔ یہاں اثواب سے چڑیل کی رنگ برنگ شکلیں مراد ہیں جو مختلف کپڑوں کے مشابہ نظر آتی ہے یعنی ایک کپڑے میں رنگ برنگ نظر آتی ہے۔

خلاصۂ کلام:

مذکورہ بالا اوصاف (تکلیف دینا، وعدہ خلافی کرنا، یار بدلنا) کے باعث یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سعاؔد ایک حالت پر قائم نہیں رہتی اور اپنے نفع و نقصان اور خیر و شر کی خبر نہیں رکھتی، یہی وجہ ہے کہ اس کا حال اس چڑیل کی مانند ہے جو مختلف رنگ بدلتی ہے، اہلِ عرب کا عقیدہ تھا کہ چڑیل ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتی ہے اور مختلف شکلوں میں متشکِّل ہوتی ہے، کبھی انسان کی شکل میں اور کبھی جانور کی صورت میں اپنا بھیس بدلتی ہے، لہٰذا اسی باعث شاعر نے سعاؔد کی تلوّن مزاجی کو چڑیل کی تبدیلی شکل سے تشبیہ دی۔

عناصر بلاغت:

اس شعر میں استعارۂ تصریحیہ ہے کہ سرعت و کثرت میں سعاد کی تلوّن مزاجی کو چڑیل کے تلوُّنِ احوال و اخلاق سے تشبیہ دی ہے۔

تقطیع:

فَمَاتَدُوْ/ مُ عَلَیْ / حَالِنْ تَکُوْ/ نُ بِھَاْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون — مخبون — مخبون

كَمَاتَلَوْ / وَنُ فِيْ / أَثْوَاْ بِهَلْ / غُوْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں پانچ جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۰)

وَما تَمَسَّكُ بِالعَهْدِ الَّذي زَعَمَتْ
إِلّا كَما تُمسِكُ الماءَ الغَرابِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ اپنے وعدے پر اتنی ہی دیر قائم رہتی ہے، جتنی دیر چھلنیاں پانی کو روکے رکھتی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ اپنے عہد وپیماں پر ہے قائم صرف اتنی دیر
کہ پانی باقی رہتا چھلنیوں میں صرف جتنی دیر

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

تمسُّک: کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ ۔ **عَهد**: وعدہ۔ جیسا کہ قرآن کی آیت ہے: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا﴾ [بنی اسرائیل:۳۴]۔ **ماء**: پانی۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ﴾[الانبیاء:۳۰]۔ (ہم نے ہر جان دار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔) **زَعَمَتْ**: فعل ماضی واحد مؤنث غائب، مصدر زعم بمعنیٰ گمان وشک۔ بالعموم زعم کا استعمال " ظن "کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی یہ لفظ (زعم) حق ویقین کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے . زعم اور اس کے مشتقات کا ذکر قرآن مقدس میں مختلف مقامات پر ہوا ہے۔ مثلاً: ﴿وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾۔ **تُمسِکُ**: فعل مضارع واحد مؤنث

غائب، باب افعال " امساك " سے بمعنیٰ: پکڑنا، روکنا۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾[فاطر:۴۱] ۔اللہ نے آسمانوں اور زمین کو روکے (پکڑے) رکھا ہے کہ وہ ہل نہ جائیں (اپنی جگہ سے)۔ بعض نسخوں میں "عهد" کے بجائے "وعد" کا لفظ آیا ہے۔ غِرْبَال : بکسرِ غین بمعنیٰ چھلنی۔

خلاصۂ کلام:

سعاد اپنے مضبوط اور مستحکم وعدے پر اتنی ہی دیر قائم رہتی ہے، جتنی دیر چھلنی پانی کو روکے رکھتی ہے، اس جگہ معدوم کی تشبیہ معدوم کے ساتھ ہے، جس نے بھی کہا ہے، بہت خوب کہا ہے:

قرار در کفِ آزادگاں نہ گیرد مال
نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

یعنی آزاد لوگوں کے پاس مال نہیں ٹھہرتا، جیسے عاشق کے دل میں صبر و قرار اور چھلنی کے اوپر پانی نہیں ٹھہرتا۔

عناصر بلاغت:

اس شعر میں سعاد کے وعدہ توڑنے کو چھلنی سے جلدی سے پانی گر جانے سے تشبیہ دی ہے، یہ صفتِ عدم میں معدوم سے معدوم کی تشبیہ ہے۔

تقطیع:

فَلَاْ تَمَسْ / سَكُ بِلْ / عَهْدِ لَّذِيْ / زَعَمَتْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

إِلَّاْ كَمَا / تُمْسِكُ لْ / مَاءَ لْغَرَاْ / بِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۱)

فَلا يَغُرَّنْكَ ما مَنَّت وَما وَعَدَت
إِنَّ الأَمانِيَّ وَالأَحلامَ تَضليلُ

منثور ترجمہ:

اس (سعاد) کا امید دلانا اور وعدہ کرنا کہیں تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے، کیوں کہ آرزوئیں اور خواب اکثر گمراہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ وعدہ، آرزو کرنا کہیں دھوکا تمھیں نہ دیں
کہ خواب وآرزو گمراہ کرنے والی ہوتی ہیں

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

فَلَا يَغُرَّنْكَ: فاؔء برائے نتیجہ اور" يَغُرَّنْك "میں نوںؔ تاکید خفیفہ رعایتِ وزن کے طور پر لایا گیا ہے۔ غَرَّ يَغُرُّ بمعنیٰ دھوکہ دینا۔**مَامَنَّتْ** : ماؔ موصولہ ہے اور " مَنّتْ "فعل ماضِی واحد مؤنث غائب اس کا صلہ ہے، منّتؔ : کسی چیز کی آرزو اور خواہش کرنا ، امید دلانا ۔ قرآن کی آیت ہے : ﴿ولَاُمَنِّيَنَّهُم ﴾ (میں ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا)۔ مَنَّ يَمُنُّ کا معنیٰ احسان کرنا بھی آتا ہے ۔جیسے قرآن میں ہے :﴿لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾ [آل عمران:۱۶۴] ۔ **وَ مَا وَعَدَتْ** : اس جملے کا عطف " ما منت " پر ہے ۔**إِنَّ**: بکسرِ ہمزہ بمعنیٰ بیشک، تحقیق کہ۔ اس کو بفتحِ ہمزہ " أَنَّ " پڑھنا بھی جائز ہے ۔ اس صورت میں اس سے قبل لام کو مضمر ومقدر ماننا پڑے گا أی لِأَنَّ الامانیَّ۔ الاَمَانِيَّ:أمْنِيَّةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ آرزو،ارمان،خواہش،تمنا ۔ أمانیّ میں تخفیفِ یاء یعنی"أمانیْ"بھی جائزہے۔**أحلام**: حُلُمٌ کی جمع ہے بمعنیٰ خواب۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿قَالُوٓا اَضْغٰثُ اَحْلٰمٍ﴾[یوسف:۴۴] (خواب

پراگندہ ہیں) **تضلیل** :بابِ تفعیل سے مصدر ہے بمعنیٰ گمراہ کرنا ، باطل کرنا،ضائع کرنا ۔ یعنی آرزو اور خواب گمراہی کا سبب ہیں یا آرزوئیں اور انسان کے خواب گمراہ کرنے والے ہیں ۔ قرآن مقدس میں ہے : وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ (میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا)

خلاصۂ کلام:

سعاد کا وعدہ کرنا اور اس کا امید دلانا قابلِ اعتبار نہیں، اپنے نفس کو آرزوؤں اور عالمِ خیال کے وعدوں سے فریب مت دو، اپنے آپ کو آرزوؤں اور خواب وخیال کی قید میں گرفتار کرنا گویا اپنی ذات اور اپنی زندگی کو برباد کرنا ہے، گویا مصنف نے شعر کے دوسرے مصرعے سے آیت کریمہ : ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ [فاطر:۵]. اور : ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ [آلِ عمران:۱۸۵] کی طرف اشارہ کیا ہے۔

عناصر بلاغت:

شاعر نے اس شعر میں "امانی" اور "احلام" کے استعمال میں استعارہ مجاز عقلی کو نمایاں کیا ہے، نیز "مامنت و ما وعدت "میں جہاں صنعت مقابلہ کو ظاہر کیا ہے وہیں یہ "مَا" کو مکرر ذکر کرکے تاکید لفظی کو بھی اجاگر کیا، نیز دونوں "ما" کے ذکر میں ضرورت شعر بھی موجود ہے تاکہ شعر کا وزن برقرار رہے۔

تقطیع:

فَلَاْ يَغُرْ/ رَنكَ مَاْ/ مَنَّتْ وَمَاْ/ وَعَدَتْ

مفَاْعِلُنْ/ فَاْعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ

مخبون مخبون

إِنَّ الْأَمَا/ نِيَّ وَالْ/ أَحْلَامَ تَضْ/ لِيْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاْعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فِعْلُنْ

مقطوع

اس شعر میں دو خبن اور ایک قطع باقی سالم ہیں۔

*****

(۱۲)

كَانَتْ مَوَاعِيدُ عُرْقُوْبٍ لَهَا مَثَلاً

وَ مَا مَوَاعِيْدُهَا إِلَّا الأَبَاطِيْلُ

منثور ترجمہ:

عُرقوب (نامی وعدہ خلاف) کے وعدے اس (سعاد) کے لیے مثال اور نمونہ ہیں۔اس کے تمام وعدے سراسر باطل (جھوٹ اور فریب پر مبنی) ہیں۔

منظوم ترجمہ:

برائے یار گویا وعدۂ عرقوب ہے مثلاً

سوائے کذب ودھوکا کے نہیں ہے اور کچھ اصلاً

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

مواعید: میعاد کی جمع ہے اور اس کا معنی وعدہ ہے۔ جیسے میزان، وزن، پیمائش، حساب میں ہے۔ **عُرْقُوْب**: بضمِ عین و قاف۔ ایک شخص کا نام ہے جو وعدہ خلافی اور بیوفائی میں مشہور تھا۔ **مَثَل، مثال** بمعنیٰ نمونہ، مثل کی جمع امثال ہے۔ قرآن مقدس میں اس لفظ (مثل) کے واحد اور جمع مختلف مقامات پر مذکور ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا﴾[البقرۃ:۲۶] اور: ﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾[البقرۃ:۱۷]۔ **اباطیل**: باطل کی جمع اور باطل، حق کی ضد ہے۔

خلاصۂ کلام:

سعآد کے وعدے اور اس کی بے وفائیاں بالکل عُرقوب کی طرح ہیں۔ یعنی اس کے وعدے جھوٹے، پُرفریب اور باطل ہیں۔

عناصر بلاغت:

اگر مثل سے مراد مشابہ ہے تو یہ تشبیہ مرسل ہے، جس میں ادات تشبیہ مذکور ہوتا، اور اگر مثل بمعنیٰ نمونہ ہے تو یہ تشبیہ موکّد ہے، جس میں اداتِ تشبیہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

تقطیع:

كَاْنَتْ مَوَاْ/ عِيْدُ عُرْ/ قُوْبِنْ لَهَا / مَثَلَنْ

مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون)

وَ مَاْمَوَاْ / عِيْدُهَاْ / إِلَّا لْأَبَاْ / طِيْلُوْ

مَفَاعِلُنْ (مخبون)/ فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ (مقطوع)

اس شعر میں دو خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۳)

أَرجو وَآمُلُ أَن تَدْنُوْ مَوَدَّتُهَا

وَما إِخَالُ لَدَيْنَا مِنْكَ تنوِيْلُ

منثور ترجمہ:

(سعاد کی وعدہ خلافی اور بے مروتی کے باوجود) میں اس کی محبت وقربت کی امید رکھتا ہوں۔ اے سعآد! میں گمان نہیں کرتا کہ مجھے تیری طرف سے کوئی بھلائی اور بخشش پہنچے گی، یعنی وصال ملے گا۔

منظوم ترجمہ:

مجھے امید ہے اس کی مودّت پاس آئے گی
نہیں آتی گماں میں تیری جانب سے بھلائی بھی

حلِّ لغات و تشریحِ الفاظ:

ارجو : رجا یرجو سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنیٰ امید کرنا۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو تو بے شک اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے اور وہی سُنتا جانتا ہے)۔ رجا کا دو معنیٰ آتا ہے۔ ایک امید اور یہاں وہی مراد ہے اور اس کا دوسرا معنی خوف بھی آتا ہے۔ **آمُل**: فعل مضارع معروف صیغہ واحد متکلّم بمعنیٰ امید رکھنا، آرزو کرنا۔ ارجو و آمل متحد المعنیٰ ہیں۔ " آمل "کا مصدر " اَمَل "ہے اور یہ لفظ بھی قرآن میں آیا ہے: ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آپ ان کو چھوڑ دیں، وہ کھائیں اور (دنیاوی) فائدہ اٹھائیں اور ان کو ان کی امیدوں میں مشغول رہنے دیں۔ یہ عنقریب جان لیں گے)۔ **تَدْنُوْ** : دنا یدنو قریب ہونا۔ جیسا کہ قولِ باری ہے: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾[النجم:۸-۹] (پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا، تو دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا)۔ **مؤدة**: انتہائی درجے کی مخلصانہ محبت کو " مؤدة " کہتے ہیں، قرآن ناطق ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (اے میرے نبی!) آپ فرماؤ! میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت)۔ **إخال** : فعل مضارع معروف صیغہ واحد متکلّم، خیال کرنا، گمان کرنا۔ أخال اور إخال دونوں طریقے سے مستعمل ہے۔ **تنویل**: مصدر باب تفعیل سے۔ معنی ہے: عطاو بخشش کرنا اور عطیہ دینا۔

خلاصۂ کلام:

میں اللہ رب العزت سے امید رکھتا ہوں اور خود سعآد سے آرزو کرتا ہوں کہ مجھے اس کی محبت ایک نہ ایک دن ضرور حاصل ہوگی۔ بایں ہمہ میں اس کی جانب سے کسی قسم کی بھلائی، مروت اور جود و نوال (وصال) کے متعلق گمان نہیں کرتا۔ (کیوں کہ بے مروتی اور وعدہ خلافی اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے)

عناصر بلاغت:

اس میں مجاز عقلی اس طرح ہے کہ تدنو کی اسناد، مَوَدَّتُهَا کی طرف، اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔

تقطیع:

اَرْجُوْوَآ / مُلُ أَنْ/ تَدْنُوْمَوَدْ / دَتُهَاْ

مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون مخبون

وَمَاْ إِخَاْ/ لُ لَدَيْ / نَاْمِنْكَ تَنْ/ وِ يْلُوْ

مَفَاعِلُنْ/ فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں چار جگہوں پر خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۴)

أَمسَتْ سُعادُ بِأَرْضٍ لَا تُبَلِّغُهَا
إِلّا الْعِتَاقُ النَّجِيْبَاتُ المرَاسِيْلُ

منثور ترجمہ:

سعاؔد (بوقتِ شام) ہم سے بچھڑ کر اتنا دور چلی گئی ہے کہ وہاں تک مجھے کوئی نہیں پہنچا سکتا سوائے خوب صورت اور تیز رفتار عمدہ نسل کی اونٹنیوں کے۔

منظوم ترجمہ:

وہ ایسی جا گیا، پہنچا نہیں سکتا کوئی مجھ کو
مگر وہ اونٹنی جو تیز و عمدہ نسل والی ہو

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

اَمۡسَتۡ: بابِ افعال اَمۡسیٰ یُمۡسِیۡ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب۔ معنیٰ: شام کے وقت سفر کرنا، دور ہونا، رخصت ہونا، جدا ہونا۔ **ارض:** زمین۔ قرآن میں ہے: ﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا﴾ [ہود:٦]، ارض کی جمع اراضی وآراضی۔ **لا تُبَلِّغُها:** بتشدیدِ لامِ مکسورہ بمعنیٰ پہنچانا، قرآن مقدس میں ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ﴾ [المآئدۃ:٦٧]۔ حدیث پاک ہے: بَلِّغُوۡا عَنِّیۡ وَلَوۡ آيَةً ۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب قصیدہ کا مطلع ہے:

بلِّغْ سَلَامِی رَوْضَةً فِيْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

باب تفعیل " تبلیغ "کی صورت میں شعر میں مفعول ”نی“ اور ”ھا “ سے پہلے ”إلیٰ“ محذوف ہوگا أی لا تبلغنی الیھا أی تلك الارض ۔ **عتاق:** بکسرِ عین مہملہ عتیق کی جمع ہے، جیسے کریم کی جمع کرام ہے۔ کریم الاصل اور عمدہ شے کو عربی زبان میں " عتیق " کہتے ہیں، اسی طرح خوب صورت اور حسین چہرے والے کو بھی " عتیق " کہتے ہیں یعنی ایسا حسین وجمیل چہرہ جو ہر قسم کے عیب سے خالی

اور آزاد ہو۔ چوں کہ "عتیق "کا معنی آزاد بھی ہوتا ہے، اس لیے عیب سے آزاد چہرے والے کو"عتیق "کہتے ہیں۔ اسی معنی کی مناسبت سے امام المتّقین، امیر المؤمنین، رئیس المسلمین، قدوۃ العارفین، سید العاشقین، رفیق رسول رب العالمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب "عتیق "ہے۔ کیوں کہ آپ نہایت حسین اور خوب صورت چہرے کے مالک تھے۔ ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو" عتیق "اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ عز و جل نے آپ کو جہنم سے آزاد فرما دیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں : ابو بکر عتیق اللہ من النار۔ لہٰذا لعنت ہو ان بے دینوں پر جو اپنے دل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں۔ **النجیبات** : نجیبۃ کی جمع ہے بمعنی کریم الاصل و شریف النسب۔ **مراسیل**: مِرْسَالٌ کی جمع، مبالغہ کا صیغہ ہے، تیز رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

سعاؔد شام کے وقت ہم سے رخصت اور جدا ہو گئی اور اتنی دور چلی گئی کہ میرا وہاں پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ مجھے اس دیار تک کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں! خوب صورت اور عمدہ نسل کی تیز رفتار اونٹنی مجھے دیارِ محبوب تک لے جا سکتی ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ اگر یہ بابِ تفعّل سے لا تَبَلَّغُهَا ہے تو عتاق (عمدہ اونٹنیوں) سے مراد اس کے سوار ہیں۔

(۲) اور مجاز عقلی بھی ہے کیوں کہ تبلیغ کی اسناد، عتاق کی طرف اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے کہ تبلیغ کی اسناد اصلاً اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے، حقیقۃً وہی پہنچانے والا ہے۔

(۳) اور الارض، التبلیغ اور العتاق کے ذکر کرنے میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

أَمْسَتْ سُعَاْ/ دُبِأَرْ / ضِنْ لَاْ تُبَلْ / لِغُهَاْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

إِلَّا لْعِتَاْ / قُنْ نَجِیْ / بَاْتُلْ مَرَاْ / سِیْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع
اس شعر میں دو جگہ خبن اور ایک قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۵)

وَلَن يُبَلِّغَهَا إِلّا عُذافِرَةٌ
فِيْهَا عَلٰى الأَيْنِ إِرْقَالٌ وَتبْغِيْلٌ

منثور ترجمہ:

مضبوط، تیز رفتار اور خوب صورت اونٹنی ہی مجھے سعاؔد تک پہنچا سکتی ہے اور وہ اونٹنی بھی ایسی ہو جو تھکاوٹ کا احساس کیے بغیر مسلسل تیز رفتاری سے چلنے کی عادی ہو۔

منظوم ترجمہ:

مجھے اس تک کوئی پہنچا نہیں سکتا کبھی لیکن
تھکن کے بعد بھی گر اونٹنی دوڑے تو پھر ممکن

حلِّ لغات و تشریح الفاظ:

عُذافِرَةٌ :(بضمِ عین مہملہ و فتحِ ذاء معجمہ و فتحِ رائے مہملہ) مضبوط، توانا، عظیم اور خوب صورت اونٹنی کو کہتے ہیں۔ **عَلٰی** : یہاں " علیٰ "معنیٰ میں " مع " کے ہے۔ **الأيْنِ**: تھکاوٹ، درماندگی، سُستی۔ **إرْقالٌ**: سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ چلنا اور حرکت کرنا۔ **تَبْغيلُ** : ایک خاص قسم کی چال۔

خلاصۂ کلام:

سعاد ہم سے جدا ہو کر اتنی دور جا بسی ہے کہ وہاں تک مجھے مضبوط اور تیز رفتار اونٹنی ہی پہنچا سکتی ہے اور وہ مضبوط تیز رفتار اونٹنی بھی ایسی ہو کہ درماندگی اور مسلسل تکان کے باوجود تیز رفتاری سے چلنے کی عادی ہو۔ یہاں شاعر (حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ) نے تیز رفتار اونٹنی سے اپنی وہ اونٹنی مراد لی ہے، جس پر سوار ہو کر وہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز عقلی ہے، کیوں کہ تبلیغ (پہنچانے) کی اسناد "عذافرۃ" کی طرف اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔

(۲) "الارقال والتبغیل" کے جمع کرنے میں صنعت جمع بھی ہے۔

(۳) اور مراعاۃ النظیر بھی۔

صنعتِ جمع:

یہ ہے کہ چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کر دیا جانا، جیسے ارقال و تبغیل دو الگ طرح کی رفتاریں ہیں جنھیں جمع کر دیا گیا ہے۔

تقطیع:

وَلَنْ يُبَلْ / لِغَهَاْ / إِلَّاْ عُذَاْ/ فِرَتُنْ
مَفَاْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

فِيْهَاْ عَلَلْ/ أَيْنِ إِرْ / قَاْلُنْ وَ تَبْ / غِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۶)

مِن كُلِّ نَضّاخَةِ الذِّفرىٰ إِذَا عَرِقَتْ
عُرضَتُها طَامِسُ الأَعْلَامِ مَجْهُوْلُ

منثور ترجمہ:

(سعاؔد تک لے جانے والی اونٹنی ایسی ہو کہ) اس کی کنپٹیوں سے پسینے ٹپکتے ہوں اور وہ ایسے راستوں کا سفر کرتی ہو، جس کے نشانات مٹ چکے ہوں اور وہ مجہول اور گمنام راستہ (مقام) ہو۔

منظوم ترجمہ:

پسینہ کان کی ہڈی سے چلنے میں نکلتا ہو
وہ اس صحرا کی عازم جو نشانِ رہ نگلتا ہو

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

مِنْ کلِ نَضّاخَةِ : یہاں ''من '' بیانیہ ہے اور گذشتہ شعر میں مذکور لفظ ''عذافرۃ''کی صفت ہے یعنی ''عذافرۃ نضاخۃ أو ناقۃ نضاخۃ''۔ **نضّاخۃ:** بتشدیدِ ضاد مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنیٰ ہے: بہت زیادہ بہنے والا اور بہت زیادہ اُبلنے والا۔ یہاں شعر میں بہت زیادہ پسینہ بہنا مراد ہے۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ﴾ (ان دونوں میں دو چشمے اُبلتے ہوئے ہوں گے)۔ **ذِفْرِیٰ:** بکسرِ ذال کان کے پیچھے کی ہڈی یعنی کنپٹی۔ **عُرْضَتُها:** بمعنیٰ نشانہ، مقصود، ''عُرْضتھا '' مبتدا ہے اور آنے والی عبارت '' طامس الاعلام ''اپنے موصوف مقدّر ''طریق''، کے ساتھ اس کی خبر ہے۔ **طامس** :طمس یطمس طمسا کا معنیٰ ہے: مٹنا، گم ہونا، مفقود ہونا۔ یہاں''طامس '' کا معنیٰ '' مطموس '' ہے۔ طمسؔ کا ایک معنیٰ بگاڑنا اور برباد کرنا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن میں یہ لفظ بطورِ تہدید و وعید ''صورت بگاڑنے '' کے معنیٰ میں آیا ہے۔ مثلاً:﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (اے اہلِ کتاب! جو ہم نے تمھارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اُس پر ایمان لے آو، اِس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے۔) حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کے مکر و شر کے پیشِ نظر اللہ رب العزت سے یوں التجا کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ (اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تا کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔)، **الأعلام**: عَلَم کی جمع ہے۔ معنیٰ: علامت، نشان۔ "طامس الاعلام" یعنی ایسا راستہ جس کی نشانیاں مٹ چکی ہوں۔ عربی میں پہاڑ کو " عَلَم "اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ یہ پہاڑ اللہ کے وجود کی نشانی ہیں۔ قرآن ناطق ہے: ﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ﴾. (اور سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں)۔ **مجھول**: بے نام و نشاں، گمنام، غیر معروف۔ یہ لفظ، طامس کی صفت ہے، کیوں کہ جو چیز "طامس" یعنی مِٹی ہو گی، وہ مجھول اور بے نام و نشاں ضرور ہو گی۔

خلاصۂ کلام:

جو اونٹنی مجھے سعاؔد تک پہنچا سکتی ہے، وہ اس وصف کی حامل ہو کہ زیادہ چلنے کی وجہ سے اس کی کنپٹّیوں سے بہت زیادہ پسینے بہہ رہے ہوں اور وہ ایسے راستے میں سفر کرنے کی عادی ہو، جس کے نشانات مٹ چکے ہوں۔ یعنی وہ اونٹنی نہایت قوی الارادہ، با ہمت، مضبوط اور ایسی زیرک و دانا ہو کہ گمنام راستے طے کرنے میں بھی مہارت رکھتی ہو۔

عناصر بلاغت:

(۱) النّضْخ، الذِّفْرَیٰ اور العرق کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۲) اور نضّاخۃُ الذِّفْرَیٰ میں سرعتِ سیر زیادہ مٹاپے اور قوی ہونے کا کنایہ ہے۔

کنایہ: یہ ہے کہ لفظ بول کر اس کا لازم معنیٰ مراد لیا جائے، حقیقی معنیٰ اس شرط کے ساتھ کہ معنیٰ حقیقی بھی مراد لیا جا سکے جیسے "کثیر الرّماد" (بہت راکھ والا) بول کر بڑا سخی مراد لیا جائے، جب کہ حقیقی معنیٰ "بہت راکھ والا" بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

تقطیع:

مِنْ کُلِّ نَضْ / ضَاْخَتِذْ / ذِفْرَیْ اِذَاْ / عَرِقَتْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

عَرْضَتُھَاْ / طَاْمِسُلْ / أَعْلَاْمِ مَجْ / ھُوْلُوْ

مُفْتَعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مطوی مقطوع

اس شعر میں ایک جگہ طی اور ایک جگہ خبن اور ایک قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۷)

تَرْمِي الْغُيُوْبَ بِعَيْنَيْ مُفرَدٍ لَهَقٍ

إِذا تَوَقَّدَتِ الحِزَانُ وَالْمِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی سفید جنگلی بیل کی مانند اپنی تیز آنکھوں سے مٹے ہوئے نشانِ راہ کو بھی دیکھ لیتی ہے (اور اس وقت دیکھ لیتی ہے جب کہ) سخت اور کھردری زمین اور ریت شدتِ حرارت کے سبب بھڑک اٹھی ہو۔

منظوم ترجمہ:

نشانِ محو کو آنکھوں سے اپنی دیکھ لیتی ہے
سفیدی بیل کی آنکھوں کی جیسے دیکھ لیتی ہے
چھپی چیزوں کو وہ بھی دیکھ لیتی سخت گرمی میں
کَمِثْلِ نَار جب ریت اور زمینیں بھی بھڑک اٹھیں

حلِ لغاتِ وتشریحِ الفاظ:

تَرْمِیْ : فعل مضارع واحد مؤنث غائب، مصدر " الرمی " پھینکنا، ڈالنا۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾[الانفال:۱۷]۔ **الْغُیُوْبَ** : غیب کی جمع، ہر وہ چیز یا ہر وہ حقیقت جو ہماری نگاہوں سے غائب یا اوجھل ہو، اس کو "غیب" کہتے ہیں، قرآن ناطق ہے: ﴿وَیَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ﴾[سبا:۵۳] نیز دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے: ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾[الجن:۲۶-۲۷] ۔﴿وَ مَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾[التکویر:۲۴]۔ " **ترمی الغیوب** "غیب پھینکنے کا مطلب ہے: ایسی گہری اور تیز نظر ڈالنا کہ مقام و منزل کا سراغ مل جائے۔ **بِعَیْنَیْ** : عین کا تثنیہ بمعنیٰ آنکھ، چشم۔ اس کی جمع "اعین "آتی ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾[المائدۃ:۸۳] ۔ حدیث قدسی ہے : أعْدَدْتُ لِعِبَادی الصَّالحین ما لا عَیْنٌ رَأَت و لا أُذُنٌ سَمِعَت ، ولا خَطَر علی قَلب بَشَر. **مُفرَدٍ**: جنگلی گائے یا جنگلی بیل جو اپنے ریوڑ سے جدا ہو گیا ہو۔ **لَهِقٍ**: بکسرِ ھاء ، بہت زیادہ سفید۔ یہاں اونٹنی کی دونوں آنکھوں کو جنگلی بیل کی آنکھوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ ایسی تشبیہ ہے، جس میں مشبہ "عَیْنَا النَاقَةِ" ہے جو مقدر ہے اور مشبہ بہ "عَیْنَا ثَوْرٍ مُفْرِدٍ لَهَقٍ" ہے جو مذکور ہے لہذا یہ استعارہ تصریحیہ ہوا، اور وجہِ مشابہت نظر کی تیزی ہے۔ **إذا تَوَقَّدَتِ** : یہ جملہ "ترمی" کا

ظرف (زمان) ہے، تو قُّد ، استیقاد اور ایقاد تینوں کا معنی ایک ہے یعنی روشن ہونا، روشن کرنا ، بھڑک اٹھنا ۔ قرآن میں ہے : ﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ ۔ **الحِزَانُ** : سخت اور کھردری زمین ۔ **المِيْل:** بکسرِ میم " مَيْلاء "کی جمع ہے بمعنٰی ریت کے انبار اور ڈھیر جو بھُربھُری ہوتی ہے۔

حاصل کلام:

وہ ایسی تیز نظر رکھنے والی اونٹنی ہے کہ دور کی چیزیں بھی اس کے لیے قریب معلوم ہوتی ہیں اور اس کی آنکھیں سفید جنگلی بیل کی مانند تیز ہیں اور وہ اپنی بے مثال قوت بصارت کے سبب دور دراز مقامات کا بھی آسانی سے پتہ لگالیتی ہے اور اس کا یہ دیکھنا اس وقت ہوتا ہے جب کہ سخت زمین اور ریت سخت گرمیوں کے باعث تپ رہی ہو۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں استعارہ تصریحیہ ہے اس لیے کہ مستعار منہ (مشبہ بہ) رَمْیُ الْغیوب کا بیان ہے، جس سے مراد تیز نظر ڈالنا ہے اور تیز نظر ڈالنا مذکور نہیں ہے۔

(۲)اور ''تَرْمِیْ ''میں استعارۂ تبعیہ بھی ہے کیوں کہ لفظ مستعار، فعل ہے۔

(۳) اور پہلے مصرعے میں ''ترمی الغیوب''میں کئی لفظ محذوف ہیں، اصل عبارت یہ ہے ''تَرْمِي النَّاقَةُ الْغُيُوْبَ بِعَيْنَيْنِ مِثْلِ عَيْنَىْ ثَوْرٍ مُفْرَدٍ لَهَقٍ''اس میں مشبہ ''ناقہ'' کی دو آنکھیں ہیں اور مشبہ بہ بیل کی دو آنکھیں ہیں، اس تشبیہ حسّی میں ان محذوفات کے حذف کی وجہ سے ایجاز بالحذف کی خوبی بھی پیدا ہو گئی ہے، جو علم معانی کی ایک اصطلاح ہے، معنٰی واضح ہے۔

(۴)اور الغیوب، الحزان، المِیْل کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے،ساتھ ہی ساتھ الحزان، المیل میں صنعت مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔

صنعت مطابقت: دو مقابل معنٰی کو جمع کرنا جیسے ''تحسبهم ايقاظاًوهم رُقُود'' میں ''ایقاظ'' اور ''رُقُوْد''کو جمع کردیا گیا ہے۔

استعارۂ تبعیہ: یہ ہے کہ جس میں لفظِ مستعار فعل یا حرف یا اسم مشتق ہو۔

تقطیع:

تَرْمِلْ غُيُوْ/ بَ بِعَيْ/ نَيْ مُفْرَدِنْ / لَهِقِنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

إِذَاْ تَوَقْ / قَدَ تِلْ / حُزَاْنُ وَلْ / مِيْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مَفَاعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں چار جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۸)

ضَخمٌ مُقَلَّدُهَا فَعَمٌ مُقَيَّدُهَا
فِي خَلْقِهَا عَنْ بَنَاتِ الفَحْلِ تَفْضِيْلُ

منثور ترجمہ:

اس اونٹنی کی گردن موٹی اور اس کے پاؤں مضبوط ہیں اور اپنی خلقت و پیدائش کے لحاظ سے اونٹ کی دوسری بیٹیوں سے اعلیٰ وافضل ہے۔

منظوم ترجمہ:

کہ گردن بھاری ہے اس اونٹنی کی ہاتھ ہے پختہ
بناتِ فحل سے وہ اپنی خِلقت میں بھی ہے عمدہ

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

ضخم : موٹا، بھاری بھرکم، فربہ۔ **مُقَلَّدها** : بفتحِ لام، جائے قلادہ، پٹہ باندھنے یا ہار ڈالنے کی جگہ۔ مراد گردن۔ تقلید کا لغوی معنیٰ ہے: گلے یا گردن میں پٹّہ ڈالنا۔ اسی سے یہاں شعر میں "گردن" کے معنیٰ میں " مُقَلَّد "آیا ہے۔ وہ جانور جس کے گلے یا گردن

میں قربانی کی علامت کے طور پر پٹہ ڈال دیا جائے، اس کو" قلائد "کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ﴾ (اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینے اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو)۔ **فعم :** لبالب ، بھرا ہوا ، مراد مضبوط ۔ **خَلْقِها :** تخلیق ، پیدائش ، خِلقت ۔ **قولِ باری تعالیٰ ہے:** ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾[المؤمن:۵۷]۔ **بنات :** بِنت کی جمع، لڑکیاں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ﴾ [النساء:۲۳] نیز دوسرے مقام پر ہے: ﴿اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ﴾[الصّٰفّٰت:۱۵۳] ۔ **فحل :** جمع فحول بمعنی نر یا اونٹ ۔ **تفضیل :** فضیلت ، بزرگی ۔ قرآن میں ہے : ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾[البقرة:۲۵۳]، نیز ﴿وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾[الانعام:۸۶]

حاصل کلام:

اس اونٹنی کی صفت یہ ہے کہ اس کی گردن موٹی ہے اور اس کے پاؤں بہت مضبوط ہیں اور اپنی خلقت و پیدائش کے لحاظ سے ساری اونٹنیوں پر شرف و فضیلت رکھتی ہے۔

عناصر بلاغت

(۱) اس شعر میں مُقلَّد اور مُقیَّد میں تجنیس لاحق ہے، کیوں کہ دونوں لفظوں میں صرف ایک حرف کا فرق ہے، مُقلَّد میں لام ہے اور مقیّد میں یاء ہے اور یہ دونوں حروف بعید المخرج ہیں۔

(۲) نیز الضخامۃ، الفعامۃ، المقلّد، المقیّد کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تجنیس لاحق:

یہ ہے کہ دو لفظوں میں ایک حرف کا فرق ہو اور دونوں بعید المخرج ہوں، جیسے: إِنَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ اور إِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۔

تقطیع:

ضَخْمُنْ مُقَلْ/ لَدُهَا/ فَعْمُنْ مُقَيْ/ يَدُهَاْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

فِيْ خَلْقِهَا/ عَنْ بَنَاْ/ تِلْ فَحْلِ تَفْ/ ضِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع
اس شعر میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۱۹)

غَلْبَاءُ وَجْنَاءُ عُلْكُوْمٌ مُذَكَّرَةٌ
فِيْ دَفِّهَا سَعَةٌ قُدّامُهَا مِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی موٹی گردن والی ، بڑے اور سخت رخساروں والی اور اونٹوں کی مانند سخت قوت والی ہے۔اس کے پہلو کشادہ ہیں اور وہ سامنے سے نشانِ راہ (منزل) کو دیکھ لیتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

بڑی گردن ہے چوڑے گال ہیں گویا ہو نر جیسے
کشادہ پہلو ہے میلوں کی دوری کو بھی وہ دیکھے

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

غَلْبَاءُ: بفتحِ غین، اونچی اور موٹی گردن والی ۔ یہ اونٹنی کی صفت ہے۔ ترکیب کے لحاظ سے " غلباء " خبر ہے اور اس سے پہلے ضمیر " هی " پوشیدہ مبتدا ہے جو "غذافرۃ /اونٹنی "کی طرف راجع ہے أی هی غلباء ۔ **وَجْنَاءُ** : بڑے رخسار

والی۔ یہ بھی مبتدائے محذوف کی خبر ہے أی هی و جناء ۔ **عُلُکُومٌ**: شدید اور سخت اونٹ ۔ **مُذَکَّرَۃٌ**: یہ بھی ”ھی“ کی خبر ہے یعنی طاقت و قوت اور بار برداری میں وہ اونٹنی نر اونٹ کی مانند ہے ۔ **فی دَفِّها**: بفتحِ دال و فائے مشدّدہ ۔ بمعنیٰ: پہلو۔ **سَعَۃ**: وسعت، کشادگی، استطاعت، گنجائش ۔ قرآن میں ہے: و لم یوت سَعَۃً من المال (اور اس کو مال و دولت میں وسعت اور کشادگی نہیں دی گئی)۔ حدیث پاک میں ہے: مَنْ کَانَ لَهٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا ۔ یعنی جس کے اندر قربانی کی استطاعت ہے یا جس کے پاس قربانی کی گنجائش ہے اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ **قُدَّامُها**: آگے، سامنے، روبرو۔ **مِیلُ**: نشانِ راہ۔

خلاصۂ کلام:

مجھے وہی اونٹنی سعاد تک پہنچا سکتی ہے جو اونچی اور موٹی گردن والی ہو، اس کے رخسار بڑے اور سخت ہوں اور طاقت و قوت میں وہ نر اونٹ کی مانند ہو۔ اس کے پہلو کشادہ ہوں اور اس کی سرعتِ رفتار اور دانائی و بینائی کا یہ عالم ہو کہ وہ سامنے سے نشانِ راہ (منزل) کو دیکھ لیتی ہو۔

عناصر بلاغت:

اس شعر میں بھی مراعاۃ النظیر ہے، الغلباء، و جناء کے ذریعہ۔

تقطیع

غَلْبَاْءُ وَجْ / نَاْءُ عُلْ / کُوْمُنْ مُذَكْ / کَرَتُنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاْعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون)

فِيْ دَفِّهَاْ / سَعَتُنْ / قُدَّاْمُهَاْ / مِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ (مقطوع) / فَعْلُنْ

اس شعر میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۰)

وَجِلْدُهَا مِنْ أَطُوْمٍ لَا يُؤَبِّسُهُ
طَلْحٌ بِضَاحِيَةِ الْمَتْنَيْنِ مَهْزُوْلُ

منثور ترجمہ:

اس اونٹنی کا چمڑا کچھوے کی طرح سخت اور چکنا ہے۔ اس پر وہ پتلی دبلی جونک جو پشت کے دونوں کناروں میں چمٹی ہوتی ہے، اثرانداز نہیں ہوتی۔

منظوم ترجمہ:

وہ جلد اس کی زرافہ سی، وہ دونوں پہلوئیں اس کی
کوئی شئ لاغر وکمزور اس کو کر نہیں سکتی

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

جِلْدُها: چمڑا، کھال۔ جمع جلود۔ قرآن میں ہے: ﴿اللهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللهِ﴾. (اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک جیسی ہے دوہرے بیان والی، اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں)۔ بہر کیف! "جلد" مبتدا ہے اور "من اطوم" اس کی خبر ہے۔ **أَطُوْمٍ**: بفتحِ ہمزہ وضمِّ طاء۔ معنٰی: سمندری کچھوا اور بعض اہلِ لغت کے مطابق "اطوم" بڑی اور موٹی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی کھال چکنی اور مضبوط ہوتی ہے۔ **طِلْح**: بکسرِ طاء وسکونِ لام۔ معنٰی: جونک جو اکثر جانوروں کے جسموں میں چپک جاتی ہے۔ یہ "بضاحیۃ المتنین" کی صفت ہے۔ **لَايُؤَبِّسُهُ**: تَابِيس، سے مضارع منفی ہے، ایذا دینا، خون چوسنا۔ **ضَاحِيَةِ**: ہر چیز کے ظاہری حصے کو کہتے ہیں، "بضاحیۃ" میں "باء" "فی" کے معنٰی میں ہے۔

المَتْنَیْنِ : پشت کے دائیں اور بائیں کنارے جو بہت سخت اور مضبوط ہوتے ہیں ۔
مَهْزُوْلُ: یہ "طِلح "کی صفت ہے۔ معنیٰ: دبلا، پتلا، شکست خوردہ۔

حاصلِ کلام:

اس اونٹنی کی جلد اور چمڑا سمندری کچھوے کی طرح بہت سخت اور مضبوط ہے ۔ اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ۔ یہاں تک کہ جونک جو جانوروں کے جسموں میں چپک جاتی ہے اور ان کو اپنی خوراک بناتی ہے، وہ بھی اس اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

عناصر بلاغت:

اس میں بھی ”جلْد الناقة، الطّلح“ اور ”ضاحية المْتْنَيْنِ“ میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

وَجِلْدُهَاْ/ مِنْ أَطُوْ/ مِنْ لَاْ يُوَبْ/ بِسُهُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

طِلْحُنْ بِضَاْ / حِيَتِلْ / مَتْنَيْنِ مَهْ/ زُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع اور باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۱)

حَرفٌ أَخُوهَا أَبُوهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ
وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شِمْلِيْلُ

منثور ترجمہ:

(وہ اونٹنی طاقت و قوت اور جسمانی صلابت میں) پہاڑ کے آگے نکلے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہے، (شرافت میں) اس کا بھائی اس کے باپ کے مثل اور اس کا چچا اس کے ماموں کی طرح ہے۔ وہ دراز پشت اور نہایت تیز رفتار ہے۔

منظوم ترجمہ:

بڑی گردن، چچا ماموں لگے اس کا شرافت میں
پدر بھائی لگے وہ اونٹنی ہجاں کی سرعت میں

حلِ لغات و تشریحِ الفاظ:

حَرْفٌ: پہاڑ کا نکلا ہوا سرا یا ٹکڑا۔ **أَخوها**: جمع اخوان و اِخوۃ، معنیٰ: بھائی، قرآن میں ہے: ﴿وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا﴾[القصص:۳۴]۔ ﴿قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ﴾[القصص:۳۵]۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾[الحجرات:۱۰]۔ **أبُوهَا**: باپ، ارشادِ باری ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾۔ **مُهَجَّنةٌ**: جس کے ماں باپ شریف ہوں۔ **عَمُّها**: چچا۔ **خَالُها**: ماموں۔ **قَوْدَاء**: لمبی پیٹھ اور لمبی گردن والی۔ **شِمْلِيل**: تیز رفتار، سبک خرام۔

حاصل کلام:

وہ اونٹنی جسمانی طاقت و قوت میں بے مثال، سبک رفتار، دراز پشت والی اور تیز دوڑنے والی ہے، وہ اونٹ کی اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے خاندان کے سارے افراد شریف النسل ہیں، اس کی نسل میں غیر نسلوں کے اونٹ نہیں ہیں، اس کے باپ، بھائی، چچا اور ماموں سب کے سب شریف اور نجیب ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں بھی الاب، الأخ، العم، الخال کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔
(۲) نیز أخوھا ابوھا کے درمیان اور عمّھا خالھا کے مابین تشبیہ موکّد ہے، کیوں کہ اداتِ تشبیہ محذوف ہے، جیسے ھو بحرٌ فی الجود۔

تشبیہ موکّد:

وہ تشبیہ ہے جس میں اداتِ تشبیہ محذوف ہو۔ [1]

تقطیع:

حَرْفُنْ أَخُوْ / هَاْأَبُوْ / هَاْ مِنْ مُهَجْ / جَنَتِنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

وَ عَمُّهَاْ / خَاْلُهَاْ / قَوْدَاْءُ شِمْ / لِيْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

۱۔ نوٹ: ''دروس البلاغۃ'' کے مصنفین نے یہی تعریف اور مثال لکھی ہے۔ اور صاحب ''مصدّق الفضل نے مذکورہ شعر میں دونوں جملوں میں تشبیہ کو موکّد ہی بتایا ہے، مگر مجھے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں تشبیہ بلیغ ہونی چاہیے، اس لیے کہ
تشبیہ بلیغ: یہ ہے کہ جس میں اداتِ تشبیہ اور وجہ تشبیہ دونوں محذوف ہوں۔
اور اس شعر کے دونوں جملوں میں ایسا ہی ہے، باذوق حضرات میری اصلاح فرمائیں۔ [فروغ احمد اعظمی]

(۲۲)

يَمشي القُرادُ عَلَيها ثُمَّ يُزلِقُهُ
مِنها لَبانٌ وَأَقرابٌ زَهاليلُ

منثور ترجمہ:

جونک اس (اونٹنی) پر چلتی ہے تو اس کے سینے اور کوکھ کی چکناہٹ اس کو پھسلا کر گرا دیتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

پھر اس کو وہ گرا دیتی اگر کیڑا چلے اس پر
کہ اس کے کوکھ کی، سینہ کی چکنی جلد ہے بہتر

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

یَمْشِیْ : مشی یمشی مشیا، چلنا۔ قرآن میں ہے: ﴿وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ [بنی اسرائیل:۳۷] (زمین میں اکڑ کر نہ چل)۔ نیز دوسرے مقام پر آیا ہے: ﴿فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ـ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ﴾۔ (تو حضرت شعیب علیہ السلام کی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی اور کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے)۔ **القُرادُ** : جونک۔ **یُزلِقُهُ** : گرانا، پھسلا دینا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں کافروں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بد نظر لگا کر تمہیں گرا دیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لیے)۔ **لَبَانٌ**: سینہ۔ **أَقْرَابٌ** : قرب کی جمع، کوکھ۔ **زَهَالِیْلُ** : زھلول کی جمع، معنیٰ: چکناہٹ، رطوبت۔

خلاصۂ کلام:

اس شعر میں اونٹنی کی کھال اور جلد کی خوبی بیان کی گئی ہے۔ یعنی اس اونٹنی کا جسم اور اس کی کھال اتنی چکنی اور صاف و شفاف ہے کہ جونک جیسا چمٹنے والا کیڑا اس پر نہیں ٹک پاتا اور اس کے سینے اور کوکھ کی چکناہٹ سے پھسل کر وہ زمین پر گر جاتا ہے۔

عناصر بلاغت

(۱) اس شعر میں بھی اللبان، الازلاق، الاقراب، الزھالیل کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۲) اور ''اِزلاق'' کی اسناد ''لَبَان'' اور ''اَقْرَاب'' کی طرف مجاز عقلی ہے، کیوں کہ یہ اسناد الی السبب کی قبیل سے ہے۔

تقطیع:

یَمْشِلْ قُرَاْ / دُ عَلَیْ / ھَاْثُمَّ یُزْ / لِقُھُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون — مخبون

مِنْھَاْ لَبَاْ / نُنْ وَ اَقْ / رَاْبُنْ زَھَاْ / لِیْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مقطوع

اس شعر میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۳)

عَیرانَةٌ قُذِفَت بِالنَّحضِ عَن عُرُضٍ
مِرفَقُها عَن بَناتِ الزورِ مَفتولُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی (سرعتِ رفتار میں) وحشی گدھے یعنی نیل گائے کی مانند ہے۔ اس پر ہر طرف سے گوشت پھینکا گیا ہے (یعنی وہ بہت موٹی اور فربہ ہے)۔ اس کی دونوں کہنیاں سینے/پسلی سے دور ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ ایسی تند وچست اس کے بدن میں گوشت اکثر ہے
بناتِ زور سے ہے دور کہنی خوب بہتر ہے

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

عَیْرانَةٌ: وہ اونٹنی جو تیز رفتاری میں وحشی گدھے (نیل گائے) کے مشابہ ہو۔ ترکیب کے لحاظ سے ''عیرانة'' خبر ہے اور اس سے پہلے " ھی " مبتدا محذوف ہے۔ **قُذِفَتْ**: فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب، معنیٰ: ڈالنا، پھینکنا، کنکروں سے مارنا، قرآن میں ہے: ﴿لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾. (وہ شیاطین عالمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور انہیں ہر جانب سے مارا جاتا ہے)۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ﴾۔ (اور وہ دور سے غیب کی بات پھینکتے ہیں)۔ **عُرُضٍ**: جانب، طرف، کنارا۔ **مِرفَقُها**: کہنی، جمع مرافق۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ)۔ نیز دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے: ﴿وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقًا﴾[الکھف:۱۶]۔ **بَناتِ**: بنت کی جمع، لڑکی۔ قرآن میں ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ [النساء:۲۳]۔ نیز

دوسری جگہ مذکور ہے:﴿أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ﴾ [الصافات:۱۵۳]۔ **اَلنَّحْضُ**: گوشت۔ **الزَوْر**: سینہ۔ "بنات الزور" مطلب ہے: پسلیاں اور سینہ سے متّصل اجزا۔ **مَفْتُوْلُ**: فَتْل کا معنٰی ہے: منہ موڑنا، دور ہونا۔ اسی سے اسم مفعول "مفتول" ہے۔

خلاصۂ کلام:

وہ اونٹنی تیز رفتاری، عیش و نشاط، طاقت و قوت اور صلابت و سختی میں جنگلی گدھے کی طرح ہے۔ اس کے جسم پر چاروں طرف سے گوشت کا خول چڑھا ہوا ہے اور وہ لحیم و شحیم اور فربہ ہے، اس کی کہنیاں اس کے پہلو (پسلی) سے جدا ہیں، جس کے سبب چلنے میں اس کو کوئی دقت اور پریشانی لاحق نہیں ہوتی، غرض کہ وہ اونٹنی نہایت تیز رفتار، فربہ اور سڈول ہے اور اس کے اندر کسی قسم کا عیب نہیں پایا جاتا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) "عَيْرَانَةٌ" میں تشبیہ بلیغ ہے۔

(۲) "عن بناتِ الزور" میں استعارہ تصریحیہ ہے کیوں کہ اس سے مراد ملی ہوئی پسلیاں ہیں اور بناتُ الزور مشبہ بہ ہے جو مذکور ہے۔

(۳) النحض، المرفق، الاضلاع اور الصدر کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

عَيْرَانَتُنْ / قُذِفَتْ / بِنَّحْضِ عَنْ / عُرُضِنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

مِرْفَقُهَا / عَنْ بَنَا / تِزَّوْرِمَفْ / تُوْلُوْ
مُفْتَعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مطوی مقطوع

اس میں دو جگہ خبن ایک جگہ طی اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۴)

كَأَنَّما فَاتَ عَينَيها وَمَذبَحَها
مِن خَطْمِهَا وَمِنَ اللَّحْيَيْنِ بِرْطِيْلُ

منثور ترجمہ:

اس اونٹنی کا ناک سے لے کر دونوں آنکھوں تک اور جبڑوں سے لے کر حلق تک کا حصہ قوت و سختی میں پتھر کاٹنے والے اوزار کی طرح ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ جبڑے، نرخرے تک اور اس کا آگے کا چہرہ
ہو قد گویا کہ پتھر کاٹنے والا کوئی آلہ

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

كأنّما : " كَأَنّ " حرفِ مشبہ بالفعل، "ما" کافہ ہے۔ **عَيْنَيْها :** عَيْن کا تثنیہ، معنیٰ: آنکھ، جمع: أَعْيُنٌ ۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ﴾[المائدۃ:۸۳]۔ **مَذْبَحها :** ذبح ہونے کی جگہ یعنی حلق۔ **خَطْم :** ناک اور اس کے ارد گرد کا حصہ (یعنی ناک اور منہ)۔ **اللَّحْيَيْنِ:** تثنیہ ۔ وہ دو ہڈیاں جن پر انسانوں اور جانوروں کے دانت نکلتے ہیں یعنی جبڑے، داڑھ۔ اسی سے داڑھی کے معنیٰ میں " لحية" ہے۔ قرآن میں حضرت ہارون علیہ السلام کا قول منقول ہے: ﴿لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾[طٰہٰ:۹۴] **بِرْطِيلُ:** پتھر کاٹنے کا اوزار ، آرہ۔

خلاصۂ کلام:

وہ اونٹنی نہایت قوی اور طاقتور ہے اور اس کے جسم کے نرم و نازک حصے بھی نہایت مضبوط اور مستحکم ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں ''تشبیہِ تسویہ'' ہے کیوں کہ اس میں مشبہ متعدّد ہیں اور مشبہ بہ ایک ہے اور وہ برطیل ہے۔

(۲) نیز العین، الخطم، المذبح، اللحیین کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تشبیہ تسویہ: یہ ہے کہ جس میں مشبہ متعدّد ہوں۔

تقطیع:

كَأَنَّمَاْ/ فَاْتَ عَيْ/ نَيْهَاْ وَمَذْ/ بَحَهَاْ

مَفَاْعِلُنْ/ فَاْعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ

مخبون مخبون

مِنْ خَطْمِهَاْ/ وَمِنَلْ/ لَحْيَيْنِ بِرْ/ طِيْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعْلُنْ

مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۵)

تَمُرُّ مِثْلَ عَسِيْبِ النَّخْلِ ذا خُصَلٍ
فِي غارِزٍ لَم تَخَوَّنْهُ الأَحالِيلُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی بالوں سے بھری اپنی دُم کو، جو کھجور کے درخت کی شاخ کی مانند ہے، اس دودھ کے تھن پر پھراتی (مارتی) ہے جسے دودھ دینے کے عمل نے گھٹایا نہیں ہے۔

منظوم ترجمہ:

ہلاتی نخل کی ٹہنی کی مانند اپنی دُم ہر دم
گھنے بال، اور شِیر اس کا نکلنے سے نہ ہوتا کم

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

تَمُرُّ: فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب، باب افعال "امرار" سے، معنیٰ: گزارنا، پھیرنا۔ اس کا فاعل "ناقۃ یا غذافرۃ" ہے۔ مسح کی تعریف میں کہا جاتا ہے: اِمْرَارُ الْيَدِ الْمُبْتَلَّةِ عَلَى الشَّيْءِ۔ کسی چیز پر بھیگے ہوئے ہاتھ کو پھیرنا۔ مِثْلَ: طرح، مشابہ، قرآن میں ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ:۱۱]۔ **عَسِيبِ النَّخْلِ:** کھجور کی وہ شاخ جس میں پتے نہ ہوں۔ **ذا خُصَلٍ:** ذو بمعنیٰ: والا۔ حالتِ نصبی میں "ذَا" ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ [الذاریات:۵۸]۔ **خُصَلٍ:** جمع، واحد "خصلۃ"، بالوں کے جھنڈ اور لٹ کو "خصلۃ" کہتے ہیں۔ ترکیب کے لحاظ سے یہ صفت ہے اور اس سے پہلے موصوف (ذنب/دُم) پوشیدہ ہے۔ **غارِزٍ:** کم دودھ دینے والی اونٹنی کو "غارز" کہتے ہیں۔ یہاں "غارز" سے تھن اور لَرُ مراد ہے۔ **لم تُخَوِّنْ:** اور بعض نسخوں میں "لَمْ تَخَوَّنْهُ" اصل میں "لم تتخون" ہے۔ ایک تا تخفیف کی غرض سے حذف کر دی گئی ہے۔ اس کا معنٰی ہے: کم نہیں کرتی۔ **الأَحَالِيلُ:** جمع، واحد "الاحلیل" ہے۔ دودھ نکلنے کی جگہ، لَرُ، تھن۔

خلاصۂ کلام:

وہ اونٹنی بہت موٹی تازی، مضبوط اور توانا ہے۔ اس کی دُم لمبی اور بالوں سے بھری ہے۔ وہ زیادہ دودھ نہیں دیتی، اس لیے کمزور نہیں ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ ''اِحلیل'' کا حقیقی معنیٰ لَرّ اور تھن ہے اور یہ مراد نہیں بلکہ مجازی معنی دودھ مراد تو محل بول کر حال مراد لیا ہے۔

(۲) غارز، احالیل، ذنب ذاخُصَلٍ اور امرارُ الذنب علی الغارز میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۳) اور اِمرارُ الذنب علیٰ الغارز میں لَرّ اور تھن کے مکھیوں سے محفوظ ہونے کا کنایہ ہے۔

تقطیع:

تَمُرُّ مِثْ / لَ عَسِیْ / بِنْ نَخْلِ ذَاْ / خُصَلِنْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون — مخبون — مخبون

فِیْ غَاْرِزِنْ / لَمْ تَخَوْ / وَنْ هُلْ أَحَاْ / لِیْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۶)

قَنْواءُ فِي حُرَّتَيها لِلبَصيرِ بِها
عِتقٌ مُبينٌ وَفي الخَدَّينِ تَسْهِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی اٹھی ہوئی یعنی اونچی ناک والی ہے۔ اس کے کانوں کی طرف دیکھنے والے کواس کی شرافت ونجابت کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں اور اس کے رخسار میں لطافت اور نرمی پائی جاتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

وہ ابھری ناک والی ہے، شَرَف کے کان والی ہے
وہ دیدہ ور کی خاطر، نرم ونازک گال والی ہے

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

قَنْوَاءُ :جس کی ناک اونچی اور ابھری ہوئی ہو۔ **حُرَّتَيها** : صیغۂ تثنیہ،واحد ''حُرّۃٌ'' معنیٰ: کان۔**لِلبَصيرِ**: دیکھنے والا۔ بَصَرَ يَبْصُرُ سے اسمِ فاعل یامبالغے کا صیغہ۔قرآن میں ہے:﴿ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ۔وہ اللہ سننے والااور دیکھنے والاہے۔ **مُبينٌ** :ظاہر،واضح،روشن،خوب نمایاں۔قرآن میں ہے:﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ ۔ **الخَدَّينِ** : الخدّ کاصیغۂ تثنیہ،معنیٰ: رخسار، گال۔قرآن مقدس میں ہے:﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾[لقمان:۱۸]۔**تَسهيلُ**:آسان،نرم ونازک۔

حاصل کلام:

اس شعرمیں اونٹنی کی ایک نمایاں خوبی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ وہ اونٹنی ابھری ہوئی اور اونچی ناک والی ہے۔ وہ ایک شریف النسل اور اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والی ہے کہ لوگ اس کی اونچی ناک،متناسب کان اور نرم ونازک رخسار دیکھ کر دور سے ہی اس کی شرافت ونجابت کااندازہ لگالیتے ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) "قَنْواء" سے اونٹنی کے قوی اور مضبوط ہونے کا کنایہ کیا ہے، اس لیے کہ قوت و مضبوطی "قَنْواء" کے لوازم میں سے ہے۔

(۲) "حرَّتِیْہَا" میں اگر حُرّۃ سے کان وہ جز مراد نہیں ہے، جس میں بالی پہنی جاتی ہے، تو پورا کان مراد ہوگا، تو جزبول کر کل مراد لینے کی وجہ سے مجاز مرسل ہوا۔

(۳)نیز القنواء، الحُرَّتَیْن اور الخَدّین کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

قَنْوَاْءُ فِیْ / حُرَّتَیْ / ھَاْ لِلْبَصِیْ / رِبِھَاْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

عِتْقُنْ مُبِیْ/ نُنْ وَ فِلْ / خَدَّیْنِ تَسْ/ ھِیْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مقطوع

اس میں ایک جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۷)

تَخدِي عَلى يَسَراتٍ وَهيَ لاحِقَةٌ
ذَوابِلٌ وَقْعُهُنَّ الأَرضَ تَحليلُ

منثور ترجمہ:

وہ اونٹنی اپنے ہلکے اور دبلے پتلے قدموں سے اتنی تیز چلتی ہے کہ اپنے سے آگے چل رہے اونٹ سے جا ملتی ہے اور (سرعتِ رفتار کے سبب) اس کے قدم زمین پر برائے نام ہی پڑتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

بڑی تیزی سے چلتی ہے وہ دبلی پتلی ٹانگوں پر
وہ ان اونٹوں سے مل جائے جو پہلے سے ہوں راہوں پر
سبک سیری کو تم اس کی، بس اتنا جان لو اس سے
برائے نام پڑتے ہوں زمینوں پر قدم جیسے

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

تَخْدِیْ: خدیٰ یخدی (ض) سے فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب، معنیٰ: تیز چلنا۔ **ذَوابِلٌ**: ذابل کی جمع، معنیٰ: دبلا پتلا۔ **یَسَراتٍ**: یہ "یسرۃ"کی جمع ہے، معنیٰ: ہلکے قدم، پتلی ٹانگ۔ (مراد سبک گام)۔ **لاحِقَةٌ**: لَحِقَ (س) سے اسم فاعل، لاحق ہونا، مل جانا، متّصل ہونا۔ **تَحْلِیْلُ**: تھوڑا، معمولی، ہلکا۔

حاصل کلام:

وہ اونٹنی سریع السیر اور تیز رفتار ہے۔ وہ اپنے ہلکے اور پتلے دبلے پیروں سے اتنی تیز چلتی ہے کہ پہلے سے راستہ طے کررہے اونٹ سے جا ملتی ہے اور اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے کہ جب وہ چلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے ہیں یا برائے نام پڑ رہے ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱)اس شعر کے لفظ "ذو ابل" میں مجاز مرسل ہے، کیوں کہ "ذو ابل" ملزوم بول کر اس کا لازمی معنیٰ سبک گام مراد ہے۔

(۲)اور اونٹنی کے زمین کو تھوڑا چھونے سے تیز رفتاری کا کنایہ کیا ہے۔

تقطیع:

تَخْدِیْ عَلَیٰ / یَسَرَاْ / تِنْ وَ ھِیَ لَاْ / حِقَتُنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

ذَوَاْبِلُنْ / وَقْعُھُنْ / نَلْ اَرْضَ تَحْ / لِیْلُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَاْعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۸)

سُمرُ العُجاياتِ يَترُكنَ الحَصىٰ زِيَماً
لَم يَقِهِنَّ رُؤُوْسَ الأُكْمِ تَنْعِيْلُ

منثور ترجمہ:

اس کے اعصاب اور پٹھے گندم گوں نیزوں کی طرح مضبوط ہیں جو راستے کے پتھروں کو بکھیرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں اور نعل بندی اس کو ٹیلے کی چوٹی کے پتھروں سے نہیں بچاتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

ہے اتنا ٹھوس اس کا پیر جیسے گندمی نیزے
وہ سرعت کے سبب راہوں کے پتھر کو اڑا جاتے

ارے اس اونٹنی کے پاؤں میں اتنی صلابت ہے
کہ اس کو نعل بندی کی کہیں کوئی نہ حاجت ہے

حلِ لغاتِ وتشریحِ الفاظ:

سُمُرٌ : اسمر کی جمع ہے، معنی: ایسا رنگ جو مائل بہ سیاہی ہو، گندم گوں۔ ترکیب کے لحاظ سے یہ لفظ خبر ہے اور ضمیر "ھی" پوشیدہ اس کا مبتدا ہے أي ھی سمر العجایات . **العُجَایاتِ**: بضمِ عین عجایۃ کی جمع ۔ اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں، وہ گوشت جو اونٹ کے زانو سے متّصل ہو۔ کھر سے ملے ہوئے اعصاب، رگ اور پٹھے ۔ اس لفظ سے اونٹنی کی قوّت وصلابت کی طرف اشارہ ہے۔ **یَترُکنَ** : تَرَكَ يَتْرُكُ تَرْكاً (ن)، معنیٰ: چھوڑنا۔ **زِیَماً**: متفرق، منتشر، جدا۔ **لَم یَقِهِنَّ** : (ض) "وقایۃ" سے مشتق ہے ، معنیٰ : بچانا، نگاہ رکھنا، حفاظت کرنا ۔ قرآن میں ہے : ﴿**فَوَقاهُمُ** اللهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا﴾ (تو اللہ اہلِ ایمان کو اس دن کے شر سے بچالے گا اور انہیں تر و تازگی اور خوشی عطا کرے گا)۔ **رُؤوسَ** : رأس کی جمع ، معنیٰ: بلند، سرا، سر، چوٹی۔ **الأُکُمِ** :(بضمِ ہمزہ وسکونِ کاف) " آکام "کی جمع ہے ،معنیٰ: ٹیلہ۔ **تَنْعِیلُ** : نعل اور جوتا پہنانا، نعل بندی، جانوروں کے کھروں پر لوہے کی نعل لگا دینا تاکہ وہ کنکر پتھر اور دیگر تکلیف دہ چیزوں سے محفوظ رہیں۔

حاصلِ کلام:

وہ اونٹنی بہت مضبوط اور طاقتور ہے، اس کے اعصاب اور پٹھوں کی شدّت وسختی کا یہ عالم ہے کہ جب وہ چلتی ہے تو اس کے پاؤں کی زد میں آکر کنکر پتھر بھی بکھر جاتے ہیں اور اس کے پاؤں اور پٹھے اتنے مضبوط ہیں کہ ان کو بچانے کے لیے نعل بندی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

عناصرِ بلاغت:

(ا) رُؤُوسُ الْأُکُم میں استعارۂ تصریحیہ ہے، کیوں کہ اس سے مراد ٹیلے کی چوٹی یعنی بالائی حصّہ ہے۔

(۲) وقایہ کی اسناد "تنعیل" کی طرف کرنے میں مجاز عقلی ہے، کیوں کہ یہ اسناد الیٰ السبب کے قبیل سے ہے۔

تقطیع:

سُمْرُ لْعُجاْ / یَاْتِ یَثْ / رُکْنَلْ حَصَاْ/ زِیَمَنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ
مخبون

لَمْ یَقِهِنْ / نَ رُؤُوْ / سَلْ أُکْمِ تَنْ / عِیْلُوْ
مُفْتَعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مطوی مخبون مقطوع

اس شعر میں دو جگہ خبن، ایک جگہ طی اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۲۹)

کَأَنَّ أَوبَ ذِراعَیها وَقَد عَرِقَت
وَقَد تَلَفَّعَ بِالقُوْرِ العَسَاقِیْلُ

منثور ترجمہ:

اس کے بازو (یعنی اگلے پیروں) کی تیزی ادھیڑ عمر والی عورت کے بازو کی تیزی کی طرح ہے۔ جب اس کو پسینہ آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ٹیلوں نے سراب کی چادر اوڑھ رکھی ہو۔

منظوم ترجمہ:

اسے بازو کی تیزی سے پسینہ جب بھی آتا ہے
سرابی چادریں اوڑھی ہوں اس نے ایسا لگتا ہے

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

كَأَنَّ : حرفِ مشبہ بہ فعل: گویا، جیسے، مثل۔ **أَوْبَ**: مصدر، آب یؤ وب أو با ، معنٰی: لوٹنا، واپس ہونا، رجوع کرنا۔ یہاں دونوں ہاتھ کی سرعت اور تیزی مراد ہے، اسی سے " أوّاب " ہے یعنی رجوع کرنے والا، اللہ کی طرف مائل ہونے والا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴾. (بے شک ہم نے اسے ۔یعنی ایوب کو–صبر کرنے والا پایا، وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے، بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾. (اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو، بے شک وہ بڑا رُجوع کرنے والا ہے)۔ **ذِراعَيها**: ذراع کا تثنیہ، معنٰی: بازو، قرآن میں ہے:﴿ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ﴾[الکہف:١٨] شاعر نے یہاں اونٹنی کے اگلے پیروں کی تیزی کو ادھیڑ عمر والی عورت کے بازو کی سرعت وقوّت سے تشبیہ دی ہے، مگر مشبّہ بہ ذراعاً عَيْطَلٍ نَصَفٍ مقدر ہے، یہ تشبیہ حسّی بہ حسّی ہے۔ **عَرِقَتْ** : عَرَقٌ کا معنٰی ہے: پسینہ۔ عرقت یعنی اس اونٹنی کو جب پسینہ آتا ہے یا وہ پسینے میں شرابور ہوتی ہے ۔ **تَلَفَّعَ** : تَلَفّعَ يَتَلَفّعُ تَلَفُّعًا ۔ گھیرنا، احاطہ کرنا، ڈھانپ لینا۔ **القُوْرُ** :قَارَةٌ کی جمع ہے، چھوٹا پہاڑ، ٹیلہ۔ **العَسَاقِيْلُ** : جمع کے وزن پر ہے، مگر اس کا واحد مسموع نہیں اور بقولِ بعض واحد عسقُول ہے، سراب، ذرّے جو دور سے دیکھنے میں پانی معلوم ہوں، لیکن حقیقت میں پانی نہ ہوں۔ اردو میں "سراب "بول کر فریب اور دھوکہ مراد لیا جاتا ہے۔

حاصل کلام

اس شعر میں اونٹنی کے بازو کی قوت، تیزی اور سرعت بیان کی گئی ہے یعنی اس کے بازو کی تیزی ادھیڑ عمر والی عورت کے بازو کی تیزی کی طرح ہے۔ جب سخت گرمی میں اس کو پسینہ آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ٹیلوں نے سراب کی چادر اوڑھ لی ہو۔ ایسی سخت دھوپ میں جب اس کی تیزی کا یہ عالم ہے تو دیگر اوقات میں اس کی تیزی کا کیا عالم ہو گا۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں ”عساقیل“ میں استعارہ بالکنایہ ہے۔

(۲) اور ساتھ ہی ساتھ ”تَلَفّع“ میں استعارہ تخییلیہ موجود ہے۔

(۳) نیز القور، العساقیل، أوب الذراعین بیان کرنے میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۴) اور کأنّ ذِراعَیْها میں تشبیہ حسّی بہ حسّی ہے کہ شاعر نے اونٹنی کے اگلے پیروں کو ادھیڑ عورت کے بازؤوں سے تشبیہ دی ہے اور اس تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسّی ہیں۔

(۵) اور ”تلفُّع القور بالعساقیل“ سے شدّتِ حرارت کا کنایہ کیا ہے۔

تقطیع:

كَأَنَّ أَوْ/ بَ ذِرَاْ / عَيْهَاْ إِذَاْ / عَرِقَتْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون مخبون مخبون

وَ قَدْ تَلَفْ / فَعَ بِلْ / قُوْرِ لْعَسَاْ / قِيْلُوْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں پانچ جگہ خبن ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۰)

يَوماً يَظَلُّ بِهِ الحِرْبَاءُ مُصْطَخِداً
كَأَنَّ ضاحِيَهُ بِالشَمْسِ مَمْلُوْلُ

منثور ترجمہ:

ایسے دن میں جو اتنا گرم ہوتا ہے کہ گرگٹ بھی دھوپ سے جل جاتا ہے اور اس کے جسم کا اوپر والا حصہ اس روٹی کے مثل گرم ہوجاتا ہے جسے گرم راکھ میں دبادیا گیا ہو۔

منظوم ترجمہ:

جھلس جائے ہے گرگٹ، وہ اثر گرمی کی حدّت کا
کہ لگتا ہے وہ گویا عادی ہے گرمی کی شدّت کا
مثالیں کیا بتاؤں میں تپش کیسی ہے سورج کی
بس اتنا جانیے جیسے کہ بھوبھل میں پکی روٹی

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

يَوماً : " تلفع یا عرقت "کا ظرف ہے یا بدل ہے،اسی لیے منصوب ہے۔ معنیٰ : دن جمع : ایّام ۔ قرآن میں ہے : ﴿وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ﴾ [النمل:۸۷]۔ نیز : ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾[آلِ عمران:۱۴۰]-**يَظَلُّ** : ظلّ یظلّ (س) فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب، یہاں " یظل "معنیٰ میں " یصیر " کے ہے یعنی ہو جاتا ہے۔ **الحِرباءُ**:گرگٹ۔**مُصطَخِداً**:دھوپ سے جل جانے والی شے۔**ضَاحِيْ** :کسی چیز کا وہ حصہ جو سورج کی طرف ہو۔ **النار**:آگ، جمع:نیران۔﴿ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ﴾.(تم پر آگ کا بغیر دھویں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا)۔ **مَمْلُوْلُ** :وہ چیز جس کو گرم راکھ میں ڈھانپ دیا گیا ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے: **مللت الخبز** (میں نے روٹی کو گرم راکھ میں ڈھانپ دیا)۔

حاصل کلام:

سخت گرمی کے ایام میں جب کہ دھوپ کی شدت و سختی سے گرگٹ (جو کہ گرمی برداشت کرنے کا عادی ہوتا ہے) بھی جل جاتا ہے اور اس کے جسم کا اوپر پڑنے والا حصہ اس روٹی کے مانند گرم ہوجاتا ہے، جسے گرم راکھ میں ڈھانپ دیا گیا ہو، لیکن ایسے دنوں میں بھی وہ اونٹنی تیز چلتی ہے اور شدتِ حرارت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں کَأَنّ ضَاحِيَهٗ بالشَمس مملول میں شدّت گرمی کا کنایہ پایا جاتا ہے۔

(۲) اور اس جملے میں عمدہ تشبیہ بھی ہے۔

(۳) اور الحِرْ بَاء، الشمس اور الیوم کے ذکر کرنے میں مراعاۃ النظیر بھی ہے۔

تقطیع:

يَوْمَنْ يَظَلْ / لُبِ هِلْ / حِرْ بَاْءُ مُصْ / طَخِدَنْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون مخبون

كَأَنَّ ضَاْ / حِيَهُوْ / بِشَّمْسِ مَمْ / لُوْ لُوْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں چار جگہ خبن، ایک جگہ قطع اور باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۱)

وَقَالَ لِلقَوْمِ حَادِيْهِمْ وَقَد جَعَلَتْ
وُرْقُ الجَنَادِبِ يَرْكُضْنَ الحَصى قِيْلُوا

منثور ترجمہ:

وہ دن اتنی شدید گرمی والا ہے کہ ساربان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ اب کچھ دیر آرام کرلو اور خاکستری رنگ کی ٹڈیاں (شدتِ حرارت کے سبب) پتھروں پر اپنے پر پھڑ پھڑا رہی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

تپش ایسی، حُدی خواں قوم سے بولا کہ دم لے لو
اور اس گرمی سے ٹڈی پتھروں پر پھڑپھڑاتی ہو

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

قَالَ :فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب، معنیٰ: کہنا، بات کرنا، گفتگو کرنا۔ قرآن میں "قول" اور اس کے مشتقات (قال، یقول، قائل، قل) کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً: ﴿قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ﴾ ۔﴿قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾[البقرۃ:۱۵٦]۔ وغیرہ۔ **القَوم** :گروہ، جماعت، چند افراد پر مشتمل لوگ۔ لفظ قوم بھی قرآن میں کثیر مقامات پر آیا ہے۔ مثلاً:﴿وَ يَا قَوْمِ مَا لِيْ أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ﴾ ۔نیز دوسرے مقام پر ہے:﴿ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللهِ وَ آمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ۔ **حَادِيْهِم** :اونٹ کو ہانکنے والا، ساربان۔ **وُرْقُ** :اورق کی جمع، معنیٰ: خاکستری رنگ ہونا۔ **الجَنادِبِ** : جندب کی جمع، معنیٰ:ٹڈی۔ **يَركُضْنَ** : رکض یرکض رکضا، معنیٰ: دوڑنا، پاؤں ہلانا، پاؤں زمین پر مارنا۔ قرآن مقدس میں ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا: ﴿اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ﴾ (زمین پر اپنا پاؤں مار، یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے

کو) **الحَصا :** کنکر، پتھر۔ **قِیۡلُوۡا :** قَالَ یَقِیۡلُ قِیۡلًا سے فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر، معنیٰ: قیلولہ کرنا، دوپہر کے وقت کچھ دیر آرام کرنا۔ اسی " قال یقیل قیلا " سے قیلولہ کرنے یا دوپہر کے وقت سونے کے معنی میں قرآن میں " قائلون " کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ كَمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَا فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَيَاتًا اَوۡ هُمۡ قَآئِلُوۡنَ ﴾. (اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں تو ان پر ہمارا عذاب رات میں آیا یا (اس وقت) جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے)۔

حاصلِ کلام:

حسبِ سابق اس شعر میں بھی شدید گرمی اور دن کی شدت و سختی بیان کر کے اونٹنی کی تعریف کی گئی ہے کہ ایسے سخت دن میں بھی وہ مسلسل اپنا سفر طے کرتی ہے۔ جب کہ دیگر خلقت کا یہ حال ہوتا ہے کہ سخت گرمی کی وجہ سے ساربان اپنے ساتھیوں کو آرام کرنے اور قیلولہ کرنے کا مشورہ دیتا ہے اور ٹڈیاں شدتِ حرارت کے سبب اپنے پروں کو پتھروں پر مارتی ہیں اور پھڑپھڑاتی ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "یر کضن الحصیٰ" میں انتہائی شدّت کی گرمی کا کنایہ ہے۔

(۲) اور قال اور قیلو میں رعایتِ اشتقاق ہے۔

تقطیع:

وَ قَاۡلَ لِلۡ / قَوۡمِ حَاۡ / دِيۡهِمۡ وَ قَدۡ / جَعَلَتۡ
مَفَاعِلُنۡ (مخبون) / فَاعِلُنۡ / مُسۡتَفۡعِلُنۡ / فَعِلُنۡ (مخبون)

وُرۡقُلۡ جَنَاۡ / دِبِ يَرۡ / كُضۡنَلۡ حَصَاۡ / قِيۡلُوۡ
مُسۡتَفۡعِلُنۡ / فَعِلُنۡ (مخبون) / مُسۡتَفۡعِلُنۡ / فَعۡلُنۡ (مقطوع)

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۲)

شَدَّ النَّهَارِ ذِرَاعًا عَيْطَلٍ نَصَفٍ
قَامَتْ فَجَاوَبَهَا نُكْدٌ مَثَاكِيلُ

منثور ترجمہ:

دن چڑھنے کے وقت ادھیڑ عمر کی لمبی عورت کھڑی ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ کوبی کے لیے اٹھاتی ہے اور وہ عورتیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں اور جو نوحہ کرنے میں ماہر ہوں، اس کا جواب دیتی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

تپش کے بعد بھی بازو میں ایسی طاقت وقوّت
کہ جیسے درمیانی عمر والی ہو کوئی عورت
جواباً بولتیں وہ، درمیانی عمر والی سے
کہ جس کے بال بچے دہر میں زندہ نہ رہ پاتے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

شَدَّ : مصدر شدّ یشدّ شدّا، معنیٰ: بلند ہونا۔ **النهارُ**: دن۔ " شَدَّ النهار " شَدَّ مصدر ہے مگر ظرف زمان کے معنی میں ہے، دن چڑھنے کا وقت، قرآن مقدس میں ہے: ﴿ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴾ (اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو اور ہم نے ہر چیز خوب جدا جدا ظاہر فرمادی)۔ **ذِراعاً**: ہاتھ، بازو۔ قرآن میں ہے: ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾[الکہف:۱۸]۔ **عَيْطَلٍ** : طویل، لمبا، دراز قد۔ **نَصَفٍ**: ادھیڑ عمر۔ " عیطل " اور " نصف " صفت ہیں اور موصوف " امرأۃ " مقدر

ہے، "ذراعا عیطل نَصَفٍ" کأنَّ کی خبر ہے، جو "کاَنَّ اوبَ ذراعَیْها عَرِقَتْ" میں مذکور ہے اور ذراعا سے پہلے اوب مضاف محذوف ہے، اصل عبارت یہ ہوگی "کأنّ اوب ذِراعیھا اوبُ ذِراعَیْ عَیْطلٍ نَصَفٍ" مضاف الیہ کو محذوف کرکے مضاف کا اعراب نصب دے دیا گیا۔ **قامَتْ**: قام یقوم قیام سے فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب، کھڑا ہونا۔ قیام کرنا۔ یہ لفظ (قیام) اور اس کے مشتقات قرآن میں کثیر مقامات پر وارد ہوئے ہیں: مثلاً: ﴿ وَ إِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ﴾ ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللهَ إِلَّا قَلِيلاً ﴾ ﴿ وَ رَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَـٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴾ ﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَ الصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلهِ قَانِتِينَ ﴾ ﴿ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِى يَتَخَبَّطُهُ الشيطانُ من المَسّ ﴾ ۔ **جاوَبَ**: جواب دینا۔ **نُكدٌ**: نکداء کی جمع، وہ عورت جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں ۔ **مَثَاكِيلُ**: مثکال اور مثکولہ کی جمع، آہ وفغاں کرنے اور نوحہ وبین کرنے والی عورتیں۔

حاصل کلام:

جس طرح وہ عورت جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں، شدتِ غم سے مغلوب ہو کر آہ وفغاں کرتی ہے اور نوحہ وبین کرنے کی مشاق عورتیں اس کے آہ وفغاں کا جواب دیتی ہیں، اسی طرح وہ اونٹنی شوقِ سفر میں بڑی سرعت سے اپنے پاؤں آگے بڑھاتی ہے اور محوِ سفر رہتی ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "مثاکیل" اگر مثکولۃ (اسم مفعول) کی جمع ہے، تو یہ اسناد مَا بُنِیَ للمفعول إلىٰ الفاعل کے قبیل سے ہے، جس کی بنا پر مجاز عقلی پایا گیا، جیسے سَيْلٌ مُفْعَمٌ.

(۲) شَدّ النہار کے بعد قیلو لفظ لانے میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

شَدَّ النَّهَارِ / ذِرَاعَا / عَيْطَلٍ / نَصَفٍ
شَدَّنَّهَاْ / رُذِرَاْ / عَنْ عَيْطَلِنْ / نَصَفِنْ
مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

قَاْمَتْ فَجَاْ / وَبَهَاْ / نَكْدُنْ مَثَاْ / كِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۳)

نَوَّاحَةٌ رِخوَةُ الضَبْعَيْنِ لَيسَ لَهَا
لَمَّا نَعىٰ بِكرَهَا النَّاعُوْنَ مَعْقُوْلُ

منثور ترجمہ:

(اس اونٹنی کی حرکت و رفتار بعینہ ایسی ہے جیسی) نوحہ کرنے والی عورت کے ہاتھوں کی حرکت تیز ہوتی ہے، جس کے دونوں بازو ڈھیلے ہوں اور اس کو اس کے پہلوٹھے بچے کے مرنے کی خبر دی جائے اور (کثرتِ آہ وفغاں کے سبب) اس کی عقل زائل ہو جائے۔

منظوم ترجمہ:

ہیں ناقہ کے قدم کیسے سبک رفتار مت پوچھو
کہ جیسے نوحہ زن ہے کوٹتی بازو سے سینے کو

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

نَوَّاحَةٌ: بہت زیادہ نوحہ کرنے والی عورت۔ **رِخْوَةُ الضَبْعَينِ**: ڈھیلے بازوؤں

والی۔ **نَعیٰ**: فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب، از نعیٰ ینعی نعیا(ف)، معنیٰ: موت کی خبر دینا۔ **بِکْرَ**: پہلوٹھی کا بچہ۔ **الناعُوْنَ**: موت کی خبر دینے والے۔ **مَعْقُوْلُ**: عقل میں آنے والی بات، یہاں عقل مراد ہے۔ عقل کا معنیٰ "سمجھ" بھی آتا ہے: جیسا کہ قرآن ناطق ہے: ﴿ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴾[الحشر:۱۴] (ناسمجھ قوم) نیز امثال اور کہاوتوں کے بارے میں اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ (اور ہم یہ کہاوتیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور ان کو علم والے ہی سمجھتے ہیں)۔

حاصل کلام:

اس شعر میں اونٹنی کی سرعتِ رفتار کو اس عورت سے تشبیہ دی گئی ہے جو نوحہ وماتم کرنے میں ماہر ہوتی ہے کہ جو عورت آہ وفغاں اور گریہ وماتم میں مہارت رکھتی ہو اور اچانک اس کو اس کے بچے کے مرنے کی خبر دی جائے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے اور حد سے زیادہ آہ وفغاں کرتی ہے اور کثرتِ گریہ کے باعث اس کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔ جو عورت اس وصف سے متّصف ہو اور جس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آجائے اس کو رونے گڑگڑانے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، کچھ یہی حال اس اونٹنی کا بھی ہے کہ وہ مسلسل آمادۂ سفر رہتی ہے اور نامساعد حالات اس کو قدم آگے بڑھانے سے نہیں روکتے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں شاعر نے "نعی الناعون" میں موتِ ولد کا کنایہ کیا ہے۔

(۲) "نعیٰ الناعون" میں مراعاۃ الاشتقاق ہے۔

تقطیع:

نَوْوَاْحَتُنْ / رِخْوَةُ ضْ / ضَبْعَیْنِ لَیْ / سَلَهَاْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

لَمَّاْ نَعَیْ / بِکْرَھَنْ / نَاْعُوْنَ مَعْ / قُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس میں ایک جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۴)

تَفْرِي اللَّبَانَ بِكَفَّيها وَمِدرَعُها
مُشَقَّقٌ عَن تَرَاقِيها رَعَابِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ عورت (شدتِ غم اور آہ وفغاں کرنے کے باعث) اپنے ہاتھوں سے گریبان چاک کرتی ہے اور اس کی قمیص پرانے کپڑے کی طرح سینے سے (گریہ وماتم کے سبب) پھٹی ہوئی ہے۔

منظوم ترجمہ:

زناں تھکتی نہیں اِظہار غم کرنے کی کثرت سے
بس ایسے اونٹنی تھکتی نہیں چلنے کی کُلفت سے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

تَفْرِیْ: فریٰ یفری (ض) سے فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب، معنیٰ: چاک کرنا، پھاڑنا۔ **اللَّبانَ**: گریبان۔ **کَفَّيها**: کف کا تثنیہ، ہتھیلی۔ یہاں مراد ہاتھ۔ **مِدْرَعُها**: جمع مدارع، معنیٰ: جبہ، کوٹ۔ یہاں قمیص مراد ہے۔ **مُشَقَّقٌ**: پھٹا ہوا۔ قرآن میں ہے: ﴿وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ﴾ (اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے)۔ **تَراقِيها**: تَرْقُوَۃٌ کی جمع ہے، سینے کی ہڈی، سینہ اور گلا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: ﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ

التَّرَاقِيَ وَ قِيلَ مَنْ رَاقٍ﴾ (ہاں ہاں ! جب جان گلے کو پہنچ جائے گی اور کہا جارہا ہوگا کہ جھاڑ پھونک کرنے والا کون ہے؟)۔ **رَعَابِيْلُ** : رعبولۃ کی جمع، **معنٰی**: پھٹا پرانا کپڑا۔ رعابیل سے پہلے کافِ تشبیہ محذوف ہے۔

خلاصۂ کلام:

گریہ وماتم کرنے والی عورت آہ وزاری کرتے وقت اپنے گریبان چاک کردیتی ہے اور اس وجہ سے اس کی قمیص پھٹ جاتی ہے، لیکن وہ رونا دھونا بند نہیں کرتی اور نہ اس کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ یہی حال اس اونٹنی کا ہے کہ وہ رنج وتکلیف کا احساس کیے بغیر مسلسل سفر کرتی ہے اور اس کو تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "رعابیل" سے پہلے اگر کافِ تشبیہ مقدّر ہے، تو یہ تشبیہ مؤکّد ہے۔

(۲) نیز اللبان، الکف اور التراقی کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

تَفْرِلَّبَاْ / نَبِكَفْ / فَيْهَاْ وَمِدْ / رَعُهَاْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون — مخبون

مُشَقَّقُنْ / عَنْ تَرَاْ / قِيْهَاْ رَعَاْ / بِيْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون — مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۵)

يَسعى الوُشاةُ جَنابَيها وَقَولُهُمُ
إِنَّكَ يَا بنَ أَبي سُلمى لَمَقتولُ [۱]

منثور ترجمہ:

(سعاؔد کے اتنے دور چلی جانے کے باوجود کہ اس تک مجھے مذکورہ خوبیوں کی حامل اونٹنی ہی پہنچا سکتی ہے) سعاؔد کے ارد گرد چغل خور لوگ حضور کی طرف سے کعب کے اس اعلانِ قتل کی خبر دیتے ہوئے دوڑے کہ اے ابنِ ابی سلمیٰ! [۲] تو ضرور قتل کر دیا جائے گا۔

منظوم ترجمہ:

اور ارد وگرد اس کے بیٹھنے والوں کا ہے کہنا
یقیناً قتل ہو جائے گا تو ابن ابی سلمیٰ

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

یَسْعیٰ: " سعی " سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب، معنیٰ: کوشش کرنا، عمل کرنا، دوڑنا۔ قرآن مقدس میں یہ لفظ اپنے مشتقات کے ساتھ مختلف مقامات پر آیا ہے:

۱ ۔ ﴿وَأَن لَّيۡسَ لِلۡإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرے)۔

۲۔ ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡيَ﴾ [الصافات:۱۰۲]. (جب وہ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے (دوڑنے) کے قابل ہو گیا۔

۳۔ ﴿يَأۡتِينَكَ سَعۡيًا﴾[البقرۃ:۲۶۰] (وہ پرندے تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔)

الوُشاۃُ: واشٍ کی جمع، معنیٰ: چغل خور۔ **جَنابَيْها:** جناب کا تثنیہ، معنیٰ: ارد

(۱) یہ شعر تشبیب کے بعد قصیدے کے اصل جز مدح کی جانب گریز لگتا ہے۔ (فروغ احمد اعظمی)

(۲) یعنی اے کعب بن زہیر بن ابی سلمی! کیوں کہ کعب ابو سلمیٰ کے پوتے ہیں، اکثر پوتے کو بیٹا کہہ دیا جاتا ہے۔ (فروغ احمد اعظمی)

گرد، آس پاس۔ **قَوْلُهُم**: بات، گفتگو، کلام۔ قرآن میں ہے: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ [المجادلۃ:۱] ﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ [الطارق:۱۳] ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ [الاحزاب:۷۰]۔ **لَمَقتولُ**: قتل سے اسم مفعول، معنیٰ: جان سے مار دینا۔ قرآن میں ہے: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرۃ:۱۹۱] ﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ﴾ [البقرۃ:۱۹۱]

حاصلِ کلام:

اس شعر میں شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ میرے اعلانِ قتل کی خبر لے کر چغل خوروں کا سعاد کے ارد گرد پہنچنا گویا مجھے ڈرانا اور پریشان کرنا ہے۔ بے چارہ شاعر ایک تو پہلے ہی سے سعاد کی جدائی میں رنجور و غم زدہ تھا، اس پر مستزاد یہ کہ اب اس کے قتل کا فرمان (بارگاہِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم سے) جاری ہو گیا۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "يسعىٰ الوُشاة جنابيها" میں چغل خوروں کی کثرت کا کنایہ ہے۔

(۲) اور "مقتول" حال یا استمرار کے معنیٰ میں ہے تو مجاز مرسل ہے، گویا قتل کے قریب آدمی کو مقتول کہہ دیا گیا۔

تقطیع:

يَسْعَلْ وُشَاْ / ةُ جَنَاْ / بَيْهَاْ وَ قَوْ / لُهُمُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون — مخبون

إِنَّكَ يَبْ / نَأَبِيْ / سُلْمَىٰ لَمَقْ / تُوْلُوْ

مُفْتَعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مطوی — مخبون — مقطوع

اس میں تین جگہ خبن ایک جگہ طی اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۶)

وَقالَ كُلُّ خَلِيلٍ كُنتُ آمُلُهُ
لَأُلهِيَنَّكَ إِنّي عَنْكَ مَشغولُ

منثور ترجمہ

ہر وہ دوست جس سے مجھے نصرت و حمایت کی امید تھی، اس نے یہ کہتے ہوئے بے اعتنائی برتی اور مدد سے انکار کر دیا کہ مجھے تیری طرف توجہ کی فرصت نہیں کیوں کہ میں خود ہی مسائل و مشکلات میں گھِرا ہوں۔

منظوم ترجمہ:

رفیق و یار بولے ہم حمایت کر نہیں سکتے
کہ خود مشغول ہیں ہم تیری نصرت کر نہیں سکتے

حلِ لغات و تشریحِ الفاظ:

خَلِیل : سچا دوست، رفیق، ساتھی۔ اس کی جمع "اخِلّاء" آتی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے: ﴿ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾[الزخرف:٦٧]۔ (قیامت کے دن دوست و احباب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے)۔ **آمُلُهُ** : (ک و ن) فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنٰی: میں امید رکھتا ہوں۔ اس کا مصدر " امل " ہے۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴾ (انہیں چھوڑ دو کہ کھائیں اور برتیں اور امید انہیں کھیل میں ڈالے تو وہ عنقریب جان لیں گے)۔ **لَأُلْهِيَنَّكَ** : مدد سے انکار کرنا یعنی میں تمھاری مدد نہیں کر سکتا۔ **مَشْغُولُ** : شغل سے اسم مفعول۔ کسی کام میں مصروف ہونا۔ قرآن مقدس میں ہے : ﴿ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ﴾۔ (اب تم سے کہیں گے جو گنوار / دیہاتی پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے جانے سے باز رکھا، اب حضور ہماری مغفرت چاہیں)

حاصلِ کلام:

اس شعر میں شاعر نے اپنے دوستوں کی بے وفائی اور بے اعتنائی کا ذکر کیا ہے کہ ایسے نامساعد حالات میں جب کہ سعاد مجھ سے رخصت ہوکر کوسوں دور چلی گئی تھی اور میرے قتل کا فرمان بھی جاری ہو چکا تھا، ایسے عالم میں اپنے سارے دوستوں سے مدد کی درخواست کی، لیکن کسی نے میری مدد نہیں کی اور ہر ایک نے یہ کہتے ہوئے اپنا دامن جھاڑ لیا کہ میں خود پریشانیوں میں گھرا ہوں، تمھاری مدد نہیں کر سکتا۔

عناصر بلاغت:

(۱) "إنّي عنك مشغول" میں اظہارِ دشمنی کا کنایہ ہے۔
(۲) اوراس شعر میں "قال" اورسابق شعر میں "قولهم" میں رعایت اشتقاق ہے۔

تقطیع

وَقَاْلَ كُلْ / لُ خَلِيْ / لِنْ كُنْتُ آ / مُلْهُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

لَأُلْهِيَنْ / نَكَ اِنْ / نِيْ عَنْكَ مَشْ / غُوْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس میں پانچ جگہ خبن ہے اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۷)

فَقُلتُ خَلّوا سَبِیْلِیْ لا أَبَا لَکُمْ
فَکُلُّ مَاْ قَدَّرَ الرَحمٰنُ مَفعولُ

منثور ترجمہ:

(جب دوستوں نے مدد سے انکار کردیا) تو میں نے ان سے کہا: میرا راستہ چھوڑ دو، مجھے تمھاری ضرورت نہیں۔ اللہ رب العزت نے قسمت میں جو لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

منظوم ترجمہ:

ہٹو رستے سے، رہنے دو مجھے اب اپنی حالت میں
وہ سب ہوکر رہے گا رب نے لکھا ہے جو قسمت میں

یا

مجھے تم سے نہیں مطلب، مرے رستے سے ہٹ جاؤ
وہ سب ہوکر رہے گا رب نے قسمت میں جو لکھا ہو

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

خَلُّوْا سَبِیْلِی : میرا راستہ چھوڑ دو، مجھ سے دور ہو جاؤ۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (اور اگر وہ مشرکین توبہ کرلیں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔ **کُل**: تمام، سب، سارے۔ قرآن میں ہے: ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ﴾[الحدید:۱۰]۔ نیز: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِ﴾ [آلِ عمران:۱۸۵]۔ **قَدَّرَ**: مصدر تقدیر سے فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب معنیٰ: فرض کرنا، مقرر کرنا، تقدیر میں لکھنا۔ **الرَحمٰنُ** : رحم یا رحمت سے صفتِ مبالغہ یعنی بہت زیادہ

رحیم و مہربان ،اللہ عز و جل کا صفاتی نام ۔ قرآن میں ہے : ﴿اَلرَّحْمٰنُ،عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾[الرحمٰن:۲۔۱]﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾[الاسراء:۱۱۰] **مَفْعُوْلُ** :مصدر "فعل " سے اسمِ مفعول ۔ کیا ہوا کام ۔ یہاں مراد وہ کام ہے جو ہو کر رہے ۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿وَ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ (اور وہ کہتے ہیں: ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا)

شعر کا معنی و مفہوم:

شعر کا معنی و مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ جب اپنوں کا یہ حال ہے تو غیروں سے کیا امید؟ اب قسمت کا لکھا ہو کر رہے گا۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "تخلیہ سبیل "(راستہ چھوڑنا) بول کر ترک مراد لیا ہے اور یہ ذِکر ملزوم بارادۂ لازم کے قبیل سے ہے، لہذا مجاز مرسل ہوا۔

(۲) اس شعر میں رعایتِ اشتقاق بھی ہے کیوں کہ یہاں "فقلتُ "کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس کے ماقبل والے شعر میں "قال "کا لفظ ہے۔

تقطیع:

فَقُلْتُ خَلْ/ لُوْ سَبِیْ/ لِیْ لَاْ اَبَاْ/ لَکُمُوْ

مَفَاْعِلُنْ/ فَاْعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعِلُنْ

مخبون مخبون

فَکُلُّ مَاْ/ قَدَّرَرْ/ رَحْمٰنُ مَفْ/ عُوْلُوْ

مَفَاْعِلُنْ/ فَاْعِلُنْ/ مُسْتَفْعِلُنْ/ فَعْلُنْ

مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۸)

كُلُّ ابْنِ أُنثىٰ وَإِن طالَتْ سَلامَتُهُ
يَوماً عَلى آلَةٍ حَدباءَ مَحمولُ

منثور ترجمہ:

ہر انسان کی سلامتی (زندگی) کی مدت خواہ کتنی ہی طویل ہو، اسے ایک دن موت کی اونچی چارپائی پر ضرور اٹھایا جائے گا (یعنی اسے موت ہر حال میں آئے گی)۔

منظوم ترجمہ:

اگرچہ زندگانی ہو طویل انسان کی لیکن
بالآخر وہ جنازے پر اٹھایا جائے گا اک دن

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

كُلُّ ابْنِ أُنثىٰ :أُنْثیٰ مذکر کی ضد یعنی لڑکی، عورت۔ عورت کے بیٹے سے یہاں مراد "انسان" ہے، کیوں کہ انسان کو وہی جنتی ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء:۱۱]۔ نیز ارشاد خداوندی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾۔ **آلَة** :جنازے کی چارپائی، اوزار، مشین۔ **حَدْباء** : اونچی، آلہ کی صفت ہے۔ **مَحْمُولُ** : حمل یحمل سے اسم مفعول یعنی وہ چیز جو اٹھائی جائے۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾. (ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے)۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں موت کی حقیقت و واقعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سے پہلے والے شعر میں کہا گیا تھا کہ تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔ زیرِ نظر شعر میں اللہ رب

العزت کے اٹل قانون موت کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ انسان چاہے جتنی لمبی زندگی گذار لے، اس کو بالآخر ایک دن موت ضرور آئے گی اور اس کی لاش اٹھا کر قبر کے حوالے ضرور کی جائے گی۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں ذکرِ سلامت اور حمل علی الجنازہ میں صنعت مطابقت پائی جا رہی ہے۔

(۲) نیز "علی آلۃٍ حدباءَ محمولٗ" سے موت کا کنایہ بھی ہے جو لازمی معنی ہے۔

تقطیع:

کُلُّ بْنِ أُنْ/ ثَیْ وَ اِنْ / طَاْلَتْ سَلاَ ْ / مَتُھُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

یَوْمَنْ عَلَیٰ / آلَتِنْ / حَدْبَاْءَ مَحْ / مُوْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون — مقطوع

اس میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۳۹)

أُنبِئتُ أَنَّ رَسولَ اللهَ أَوعَدَني
وَالعَفْوُ عِندَ رَسولِ اللهَ مَأمولُ

منثور ترجمہ:

مجھے خبر دی گئی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے قتل کا فرمان جاری کر دیا ہے۔ (لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ) اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں عفوو بخشش کی امید کی جاتی ہے۔

منظوم ترجمہ:

سنا ہے مصطفیٰ سے موت کا فرمان جاری ہے
مگر امیدِ بخشش جان رحمت سے ہماری ہے

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

أُنبِئتُ : أَنْبَاَ يُنْبِأُ إنباء سے فعل ماضی مجہول صیغہ واحد متکلّم۔" إنباء "کا معنیٰ ہوتا ہے: خبر دینا، کسی کو کوئی بات بتانا۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ اِلَى اللهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ "اِنْباء "کا مادہ " نَبَأٌ " ہے جس کا معنیٰ ہے : خبر۔ قرآن مقدس میں ہے : ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ﴾ (لوگ آپس میں بڑی خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں)۔ " نَبَأ "کی جمع " اَنْباء "آتی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے:﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ﴾. (یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں)۔ **أَوْعَدَني:** وعدہ کرنا۔ یہاں قتل کا اعلان کرنا مراد ہے۔ **العَفْوُ** :معافی، بخشش۔ قرآن میں ہے: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ۔(اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو)۔ **مَأمُوْلُ**:امل یامل املا سے اسم مفعول۔ اس کا مادہ " امل " ہے امید کے معنیٰ میں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ﴾ [الحجر:۳]

حاصلِ کلام:

اس شعر میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ عفوور حمت اور رحم و بخشش کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ حضور ﷺ نے میرے قتل کا فرمان جاری کر دیا ہے، لیکن پھر بھی مجھے ان سے رحم وکرم اور عفوو بخشش کی امید ہے۔ کیوں کہ خطائیں معاف کر دینا آپ کے اخلاقِ حسنہ کا نمایاں ترین وصف ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر کے دوسرے مصرعے میں حضور ﷺ کے ذات سے عفو کی امید کنایہ ہے جیسے کہا جاتا ہے "الکرم فی جنابہ" مطلب ہے فلاں سے کرم کی امید ہے۔

(۲) اس میں "عفو" اور "الایعاد" کا تذکرہ کرنے میں صنعتِ مطابقت ہے کیوں کہ دو متقابل معنیٰ کو جمع کیا گیا ہے۔

(۳) یہاں بھی دوسرے مصرعے میں حضور اقدس ﷺ کی ذات سے امیدِ عفو کا کنایہ ہے۔

تقطیع:

أُنبِئْتُ أَنْ / نَ رَسُوْ / لَلْ لَاْهِ أَوْ / عَدَنِیْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون مخبون

وَلْعَفْوُعِنْ / دَرَسُوْ / لِلْ لَاْ ہِ مَاْ / مُوْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۰)

مَهلاً هَداكَ الَّذي أَعطاكَ نافِلَةَ ال
فُرقانِ فيها مَواعيظٌ وَتَفصيلُ

منثور ترجمہ

یارسول اللہ! مجھے (صفائی پیش کرنے کی) مہلت دیجیے۔ اللہ رب العزت آپ کی ہدایت (یعنی فضل وکمال) میں اضافہ فرمائے جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے جس میں نصیحتیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے۔

منظوم ترجمہ:

رسول اللہ مجھ کو دیجیے مہلت صفائی کی
فزوں تر عمر ہو شاہِ ہدیٰ کی رہنمائی کی
ہوئی رب کی طرف سے آپ پر قرآن کی تنزیل
کہ جس میں ہیں مواعظ اور ہے ہر چیز کی تفصیل

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

مَهْلاً: اسمِ فعل امر ہے یعنی مجھے مہلت دیجیے۔ " مہلا " کا معنیٰ ہے: مہلت دینا ،ڈھیل دینا۔ قرآن پاک میں باب تفعیل (تمہیل) اور بابِ افعال (امہال) دونوں سے یہ لفظ (مھل) مہلت اور ڈھیل دینے کے معنیٰ میں آیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾ (تم کافروں کو ڈھیل دو انہیں تھوڑی مہلت دو)۔
هَدَاكَ: اللہ تمہیں ہدایت دے، لیکن یہاں ہدایت سے مراد فضل وکمال میں اضافہ ہے۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ (اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالاں کہ اس نے ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ نیز ارشاد خداوندی ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾۔ **أَعْطَاكَ**: اعطا کا معنیٰ ہے: عطا کرنا، بخشنا، نوازنا، داد و دہش کرنا۔ **الْفُرْقَانَ**: قرآن کا ایک نام " فرقان " بھی ہے۔ فرقان کا معنیٰ ہے: حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا۔

چوں کہ قرآن حق و باطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچنے والی کتاب ہے، اس لیے اس کو "فرقان" کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں قرآن کو "فرقان" سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا قول ہے: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا﴾. (وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان یعنی قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو)۔ **مَوَاعِیْظٌ**: موعظۃ کی جمع، معنیٰ: نصیحتیں، "مَوَاعِیْظ" غیر منصرف کو اس شعر میں ضرورۃً تنوین دی گئی ہے۔ یہ لفظ بھی قرآن پاک میں مختلف مقامات پر آیا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾. (اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آگئی)۔ **تَفْصِیْلُ**: اجمال کی ضد یعنی ہر چیز کا صراحت کے ساتھ ذکر۔ قرآن میں ہے: ﴿وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾. (اور ہم نے اس کے لیے تورات کی تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی)۔

حاصل کلام:

اس شعر میں شاعر نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں اپنا عذر پیش کرنے کی مہلت مانگی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے فضائل و کمالات میں اضافے کی دعا کی ہے اور مضامینِ قرآن کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کتاب میں لوگوں کے لیے نصیحتیں اور ہر چیز کا مفصل و مدلل بیان ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ "هداك الله" میں ہدایت سے زیاتیٔ ہدایت اور ثبات علی الہدایۃ مراد ہے، اس لیے کہ یہ "اهدنا الصراط المستقيم" کی طرح ہے، لہذا مجاز مرسل ہوا۔

(۲) نیز "المواعید، التفصیل، القرآن" اور "الهداية" کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

مَهْلَنْ هَدَاْ / كَ لَّذِیْ / أَعْطَاْكَ نَاْ / فِلَتَلْ
مُسْتَفْعِلُنْ/ فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

فُرْقَاْنِ فِیْ / هَاْمَوَاْ / عِیْظُنْ وَتَفْ / صِیْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں ایک جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۱)

لا تَأَخُذَنّي بِأَقوالِ الوُشاةِ وَلَم
أُذْنِب وَلَو كَثُرَت عَنّي الأَقاويلُ

منثور ترجمہ:

اے اللہ کے رسول ﷺ! چغل خوروں کی باتوں پر میرا مواخذہ نہ فرمائیں۔ میں نے گناہ نہیں کیا ہے۔ اگرچہ میری جانب بہت ساری من گھڑت باتیں منسوب کر دی گئی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

پکڑ میری نہ فرمائیں چغل خوروں کی باتوں پر
یہ ساری من گھڑت باتیں ہیں، میں مجرم نہیں سرور

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

لا تَأْخُذَنّی: میرا مواخذہ نہ کریں۔ اَخَذَ یَاخُذُ (ن) سے۔ **أَقْوالِ**: قول کی جمع، معنیٰ: بات، کلام، گفتگو۔ **الوُشَاة**: واشٍ یا واشی کی جمع، معنی: چغل خور۔ جیسے باغی کی جمع بُغاۃ اور داعی کی جمع دُعاۃ۔ **لم أُذْنِبْ**: بابِ افعال کے مصدر

اِذْناب سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنی: گناہ کرنا۔ جیسا کہ کلمۂ استغفار میں ہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ عَمَدًا أَوْ خَطَأً ۔ **الأَقاوِیلُ** : اقوال کی جمع ''قَوْل'' کی جمع الجمع ہے، معنیٰ: گفتگو، بات۔

حاصل کلام:

حسبِ سابق یہ شعر بھی عذر خواہی پر مشتمل ہے۔ یعنی یا رسول اللہ! چغل خوروں نے بہت ساری من گھڑت باتیں میری طرف منسوب کر دی ہیں۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، لہٰذا ان کی باتوں میں آکر مجھے قتل نہ کیا جائے اور قتل کے فرمان کو منسوخ کیا جائے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز عقلی ہے کیوں کہ حضور ﷺ کے مواخذہ کرنے سے مراد آپ کے صحابہ کا مواخذہ کرنا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے ''بَنیٰ الاَمِیْرُ المدِینةَ''

(۲) اور مجاز مرسل بھی موجود ہے کیوں کہ ممکن ہے اخذ سے مراد عقاب یعنی سزا ہو تو علاقہ سببیت کی وجہ سے مجاز مرسل ہوا۔

(۳) اور الاخذ، الوشاۃ، الذنب، کا ذکر کرنا مراعاۃ النظیر ہے۔

(۴) نیز قلت و کثرت کو جمع کرنا صنعت مطابقت ہے۔

تقطیع:

لَأْ تَأْخُذَنْ / نِیْ بِاَقْ / وَالِلْوُشَاْ / ةِ وَ لَمْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون)

أُذْنِبْ وَاِنْ / کَثُرَتْ / فِیَّ لْأَقَاْ / وِ یْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ (مخبون) / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ (مقطوع)

اس شعر میں ایک جگہ قطع اور دو جگہ خبن، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۲-۴۳)

لَقَد أَقومُ مَقاماً لَو يَقومُ بِهِ
أَرى وَأَسمَعُ ما لَو يَسمَعُ الفيلُ
لَظَلَّ يُرعَدُ إِلّا أَن يَكونَ لَهُ
مِنَ الرَسولِ بِإِذنِ اللهِ تَنويلُ

منثور ترجمہ:

بخدا! میں ایسے مقام پر کھڑا ہوں (یعنی ایسی مجلس میں حاضر ہوں) اور ایسی باتیں سن اور دیکھ رہا ہوں کہ اگر (میری جگہ) کوئی ہاتھی کھڑا ہوا اور وہ ایسی باتیں سنے اور دیکھے تو خوف و دہشت کے مارے کانپ اٹھے۔ مگر یہ کہ اس کے لیے باذنِ الٰہی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جود و بخشش ہو۔

منظوم ترجمہ:

کھڑا اس محفل بارعب میں، جس کی سبھی باتیں
انوکھی دیکھتا سنتا ہوں، گر ہاتھی اسے سن لیں
پھر اس محفل کے رعب ودبدبہ سے فیل بھی لرزیں
رسول ورب مگر اس کے لیے حکم کرم کر دیں

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

أَقُوُمُ: قام یقوم قیام (ن) سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم معنی: کھڑا ہونا، حاضر ہونا۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾. (جس روز کہ روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی کلام نہیں کر سکے گا مگر جسے خدائے رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک کہے)۔ **مَقاماً**: کھڑے ہونے کی جگہ، قیام کرنے کی جگہ۔ حالتِ قیام۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ. فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾. (اور

جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)۔ نیز دوسرے مقام پر آیا ہے: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾. (اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا تو اس کا ٹھکانا بہشت ہے)۔ **أَرىٰ وَ أَسمَعُ**: فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنیٰ: دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں، قرآن ناطق ہے: ﴿قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى. قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى﴾. (دونوں- حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام- نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بے شک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا۔ اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں، بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں)۔ **الفِيْلُ**: ہاتھی، جمع: افیال۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ **يُرْعَدُ**: اِرْعَاد سے فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب، معنیٰ: کپکپا دینا اور مجہول ہے تو کانپنا مراد ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾ نیز دوسرے جگہ مذکور ہے: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ﴾ **إِذنِ**: حکم، اجازت، جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾. (اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے)۔ **تنویل**: جود و نوال، بخشش۔

حاصلِ کلام:

یہ دونوں شعر قطعہ بند کی صورت میں ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط ہیں، اس لیے دونوں کا ترجمہ ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ ان شعروں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک مجلس کی عظمت و رفعت اور آپ کے دربارِ عالیہ کی ہیبت و جلال کا تذکرہ ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں ایسی بارعب محفل اور ایسے پروقار دربار میں حاضر ہوں اور یہاں ایسی ایسی باتیں سن رہا ہوں اور ایسے ایسے مناظر دیکھ رہا ہوں کہ میری جگہ اگر

ہاتھی بھی کھڑا ہو تو خوف و دہشت کے باعث اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جائے، لیکن اللہ رب العزت کے حکم سے اس کے رسول ﷺ جس پر جود و بخشش کا معاملہ کریں، وہ اس خوف و دہشت سے محفوظ ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے۔

(۲) اور کنایہ بھی ہے، تنو یل الفیل سے کنایۃً اس کی طرف نظر کرنا اور اس کے حق میں رحم کرنا مراد ہے۔

(۳) نیز اقوم ، مقاماً اور لو یقوم بہ کے ذکر میں مراعاۃ الاشتقاق بھی ہے۔

تقطیع:

لَقَدْ أَقُوْ / مُ مَقَاْ / مَنْ لَوْ يَقُوْ / مُ بِهِىْ
مَفَاْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

أَرَىْ وَأَسْ / مَعُ مَأْ / لَوْ يَسْمَعُلْ / فِيْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

پانچ جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

لَظَلّ يَرْ/ عَدُ اِلْ/ لَاْ أَنْ يَكُوْ/ نَ لَهُوْ
مَفَاْعِلُنْ/ فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

مِنَ رَّسُوْ / لِ بِاِذْ / نِ للهِ تَنْ / وِ يْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس شعر میں پانچ جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۴)

حَتّٰى وَضَعتُ يَمِيْنِيْ لَاْ أُنازِعُهُ
فِي كَفِّ ذِيْ نَقِمَاتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ

منثور ترجمہ:

(بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دینے کے بعد) میں نے اپنا ہاتھ بلا چون چرا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں دے دیا (یعنی ان کی بیعت واطاعت کرلی)، جو کافروں سے انتقام لینے والے ہیں اور آپ کی بات اور کلام ہی (حقیقت میں) بات اور کلام ہے۔

منظوم ترجمہ:

بلا خوف وتردّد ہاتھ رکھا ان کے ہاتھوں پر
جو کافر، ملحدوں سے بدلہ لینے والا ہے بہتر

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

وَضَعْتُ: وضع یضع سے فعل ماضی صیغہ واحد متکلّم، معنیٰ: رکھنا۔ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ (اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں)۔ اسی "وضع" سے "وضعِ حمل" بھی آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں متعدّد مقام پر لفظ "وضع" بچہ جننے کے معنیٰ میں آیا ہے۔ کیوں کہ وضع کا معنیٰ "رکھنا" اس کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾ (پھر جب اُسے جنا، بولی: اے میرے رب! یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ بہتر جانتا ہے

جو اس عورت نے جنا)۔ نیز ارشاد خداوندی ہے:﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا﴾ (اور اس دن حاملہ اپنا حمل ساقط کر دے گی)۔ **لَا أُنَازِعُهُ**: ترکیب کے لحاظ سے "لا انازع "حال ہے" وضعت "کا۔ باب مفاعلت نازع، ینازع، منازعۃ سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنیٰ: جھگڑا کرنا۔ قرآن میں مذکور ہے:﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ﴾۔(ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے قاعدے بنا دیے کہ وہ اُن پر چلے تو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں)۔ **كَفِّ**: ہتھیلی، یہاں ہاتھ مراد ہے۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾.(اور وہ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے)۔
نَقِمَاتٍ: بدلہ، انتقام، **قِيْل**: بات، گفتگو، کلام۔

حاصلِ کلام:

شعر کا معنی و مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ شاعر نے یہاں بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری دے کر آپ کی بیعت و اطاعت قبول کرنے کا حال بیان کیا ہے اور آپ کے قولِ مبارک اور کلامِ بلاغت نظام کی صداقت و حقانیت کا اعتراف کیا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "ذی نقماتٍ قیلہ القیلُ" سے نبی پاک ﷺ کی ذات کا کنایہ ہے۔
(۲) اور "الیمین، الکف" کے ذکر میں مراعاۃ النظیر بھی ہے۔

تقطیع:

حَتّٰیْ وَضَعْ / تُ یَمِیْ / نِیْ لَاْ أُنَاْ / زِعُهُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون　　　　مخبون

فِیْ کَفِّ / ذِیْ / نَقِمَاْ / تِنْ قِیْلُهُلْ / قِیْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۵)

لَذاكَ أَهْيَبُ عِندِي إِذْ أُكَلِّمُهُ
وَقِيلَ إِنَّكَ مَنْسُوْبٌ وَمَسؤُوْلٌ

منثور ترجمہ:

(یارسول اللہ !) بخدا! اس سزا دینے والی ذات یعنی آپ سے گفتگو کرتے وقت مجھ پر ہیبت طاری ہے اور حال یہ ہے (مجھ سے) کہا جارہا ہے کہ تمھارے متعلق بہت ساری باتیں منسوب ہیں اور تم سے ان کی بابت سوال کیا جائے گا۔

منظوم ترجمہ:

جب ان سے بات کرتا ہوں تو ہو جاتا ہوں میں مرعوب
کہا جاتا ہے پوچھا جائے گا تجھ سے ہے جو منسوب

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

أَهْيَبُ: بہت زیادہ ہیبت ناک اور اسم مفعول کے معنٰی میں زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ **عِندی:** پاس، قریب، طرف۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾۔ نیز دوسرے مقام پر ہے: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے)۔ **أُكَلِّمُهُ:** باب تفعیل تکلیم سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم، معنٰی: بات کرنا، گفتگو کرنا، کلام کرنا۔ قرآن میں ہے: ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾۔ نیز دوسرے مقام پر ہے:

﴿فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنسِيًّا﴾ (میں ہرگز کسی بشر سے بات نہیں کروں گی)۔ **مَنْسُوْبٌ وَمَسْئُوْل:** جس چیز کی نسبت کی جائے، اسے "منسوب" اور جس سے مواخذہ کیا جائے، اسے "مسئول" کہتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعيته۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق سوال ہو گا۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب وجلال کا ذکر ہے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت انسان پر مرعوبیت و ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ رعب و دبدبہ سے میری مدد کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی پر وقار شخصیت میں اللہ رب العزت نے وہ رعب وجلال رکھا تھا کہ آپ کو دیکھ کر اور آپ سے باتیں کر کے اچھے اچھوں کے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں کنایہ ہے کیوں کہ لذاك اَهْيَبُ عندِىْ سے شاعر نے حضور ﷺ سے لوگوں کی مرعوبیت مراد لی ہے۔

(۲) التکلیم، القول، السوال میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

لَذَاْكَ أَهْ / يَبُ عِنْ / دِىْ اِذْ أُكَلْ / لِمُهُوْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون — مخبون — مخبون

وَقِيْلَ اِنْ / نَكَ مَنْ / سُوْبُنْ وَ مَسْ / أُوْلُوْ

مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون — مخبون — مقطوع

اس شعر میں پانچ جگہ خبن اور ایک جگہ، قطع باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۶)

مِنْ ضَيْغَمٍ بِضَرَاءِ الأَرْضِ مُخْدَرَهٗ
فِي بَطنِ عَثَّرَ غِيْلٌ دُوْنَهُ غِيْلٗ

منثور ترجمہ:

(حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضری اور آپ سے بات کرنا میرے نزدیک) اس شیر سے بھی زیادہ ہیبت ناک اور مرعوب کن ہے جو مقام عثّر کے کچھار میں رہتا ہے، جہاں کثرت سے جھاڑیاں اور درخت پائے جاتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

نبی کے رعب کے آگے اسد کا رعب اوجھل ہے
رہے عثَّر میں، جس کے ہر طرف جنگل ہی جنگل ہے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

مِنْ: حرفِ جار، معنیٰ: سے۔ یہ حرف گذشتہ شعر کے لفظ " اھیب " سے متعلق ہے۔ **ضَيْغَمٍ**: شیر، مفضل علیہ۔ **ضَرَاءُ الأَرْضِ**: وہ جگہ جہاں کثرت سے درخت پائے جاتے ہیں۔ **مُخْدَرَهٗ**: شیر کے رہنے کی جگہ، کچھار۔ **بَطْنِ عَثَّرَ**: عثّر کی وادی۔ عثّر ایک جگہ کا نام ہے جہاں شیر اور درندے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ **غِيْلٌ** : جنگل، جھاڑی۔

شعر کا مفہوم بالکل واضح ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر کے مضمون میں حضور اقدس ﷺ کے غیر معمولی رعب وجلال کا کنایہ کیا ہے، ایک حدیث شریف میں خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں،

نُصِرْتُ بالرُّعْبِ مَسِيْرَة شهرٍ. [بخاری شریف،۱/۴۸]

تقطیع:

مِنْ ضَیْغَمِنْ / بِضَرَاْ / ءِ لْأَرْضِ مُخْ / دَرُهُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

فِیْ بَطْنِ عَثْ / ثَرَ غِیْ / لُنْ دُوْ نَهُوْ / غِیْلُنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۷)

ما زِلتُ أَقتَطِعُ البَیداءَ مُدَّرِعاً
جُنحَ الظَّلامِ وَ ثَوبُ اللَیلِ مَسبولٗ

منثور ترجمہ:

میں تاریکیوں میں زرہ پہنے ہوئے صحراؤں اور جنگلوں کو طے کرتا رہا، اس وقت حال یہ تھا کہ رات کو ظلمت کی چادر اوڑھا دی گئی تھی۔

منظوم ترجمہ:

زرہ پہنے سفر کرتا رہا جنگل کا میں شب بھر
کہ پہنایا گیا جس شب کو ہو ظلمت بھری چادر

حلّ لغات وتشریح الفاظ:

مازِلتُ : " ما زال " سے فعل ماضی صیغہ واحد متکلّم ، یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور دوام و استمرار کا معنی بتاتا ہے۔ **أَقْتَطِعُ** : باب افتعال سے فعل مضارع صیغہ واحد متکلّم۔ اقتطاع کا معنٰی ہے: سفر کرنا، راستہ اور مسافت طے کرنا۔ **البَیْداءَ**: جنگل،

بیابان، صحرا۔ **الظَّلَامِ** : تاریکی، اندھیرا، ظلمت کے سائے۔ **ثَوبُ** : کپڑا، جمع: اثواب۔ **اللَّیلِ**: رات، جمع: لیالی۔ **مَسبُوْلُ** : سبل یسبل سے اسم مفعول یعنی وہ چیز جس پر کپڑا ڈال دیا جائے۔ اوڑھانا، ڈھانپنا۔

حاصل کلام:

شاعر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے یہاں اپنے سفر کی سختی اور دشواری کا حال بیان کیا ہے کہ میں سخت اندھیری رات میں مسلسل سفر کرتا رہا اور بیابان و صحرا کے دشوار گذار مقامات طے کرتا ہوا بارگاہِ رسول ﷺ تک پہنچا ہوں۔

عناصر بلاغت:

(ا) "ثوب اللیل مسبولۂ" رات کو کپڑا اوڑھانے سے، رات کے انتہائی گھنگھور ہونے کا کنایہ ہے۔

تقطیع:

مَاْزِلْتُ أَقْ / تَطِعُلْ / بَیْدَاْءَ مُدْ / دَرِعَنْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون مخبون

جُنْحَ ظَّلَاْ / مِ وَ ثَوْ / بُلَّیْلِ مَسْ / بُوْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۸)

یَغدو فَیَلحَمُ ضِرغامَین عَیشُھُما
لَحَمٌ مِنَ القَومِ مَعفورٌ خَراذیلٌ

منثور ترجمہ:

نیزوہ یعنی حضور اقدس ﷺ (اس شیر سے زیادہ رعب وجلال والے ہیں) جو صبح کے وقت اپنے دونوں بچوں کو گوشت کھلانے (شکار کرنے) کے لیے (کچھار سے) نکلتا ہے، جن کی خوراک انسان کا گوشت ہے، جو مٹی میں ملا ہوا ٹکڑے کی شکل میں پڑا ہے۔

منظوم ترجمہ:

فزوں اس شیر کی ہیبت سے رعب شاہ والا ہے
جو بچوں کے لیے خوراک کی خاطر نکلتا ہے

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

یَغْدُوْ : غدا یغدو (ن) غدوا بمعنیٰ: صبح کے وقت نکلنا۔ وقتِ صبح کو عربی میں " غُدُوّ " کہتے ہیں، جیسا کہ قرآن مقدس میں ہے: ﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ﴾. (اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام)۔ **یُلْحِمُ** : بابِ افعال الحم یلحم الحام سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب، اس کا مادہ "لحم" بمعنیٰ گوشت ہے۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾. (اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا)۔ **ضِرغامَیْنِ** : ضِرغام کا تثنیہ، معنیٰ: شیر۔ یہاں " ضرغامین " سے شیر کے دو بچے مراد ہیں۔ **عَیْشُھُما**: زندگی، یہاں زندگی گزارنے کا سامان یعنی خوراک اور غذا مراد ہے۔ عَیْش کے علاوہ زندگی کے معنیٰ میں "عِیْشَۃٌ" اور" معیشۃ "بھی آتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے: ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾. (تو وہ پسندیدہ

زندگی میں ہوگا)۔ ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی﴾ .(اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے)۔ **مَعْفُوْرٌ** : عفر یعفر عفرا سے اسم مفعول، معنٰی: لتھڑا ہوا، لت پت۔ **خَرَادِیْلُ** : خر دلۃ کی جمع، معنٰی: گوشت کا ٹکڑا۔

حاصل کلام:

ماقبل کی طرح اس شعر میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب و دبدبہ اور جلال و ہیبت کو اس شیر کے رعب و ہیبت سے تشبیہ دی گئی جو شکار کے ارادے سے روز صبح اپنے کچھار سے باہر نکلتا ہے اور شکار کر کے اپنے دونوں بچوں کو انسان کا گوشت کھلاتا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں مجاز مرسل ہے کیوں کہ اگر "ضِرْغَام" اسد کبیر کا نام ہے تو شیر کے بچے کو ضرغام کہنا مایؤل کے اعتبار سے ہے، لہذا یہ مجاز مرسل ہو گیا۔

(۲) شیر کا اپنے بچوں کو گوشت کھلانے سے کنایہ کیا ہے انتہائی ہیبت ناک ہونے کا۔

(۳) اوریلحم، لحم کے ذکر میں مراعاۃ الاشتقاق ہے۔

تقطیع:

یَغْدُوْ فَیُلْ / حِمُ ضِرْ / غَامَیْنِ عَیْ / شُهُمَاْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

(مخبون) (مخبون)

لَحْمُنْ مِنَلْ / قَوْمِ مَعْ / فُوْرُنْ خَرَاْ / دِیْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

(مقطوع)

اس میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۴۹)

إذا يُساوِرُ قِرناً لا يَحِلُّ لَهُ
أَن يَترُكَ القِرنَ إِلّا وَهوَ مَفْلُوْلُ

منثور ترجمہ:

جب وہ (شیر) اپنے مدِّ مقابل پر حملہ کرتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اسے شکستِ فاش دیے بغیر چھوڑ دے۔

منظوم ترجمہ:

کہ جب مدِّ مقابل پر وہ ہو جاتا ہے حملہ ور
تو پھر جائز نہیں اس کے لیے چھوڑے، مگر ڈھاکر

حلِّ لغات و تشریحِ الفاظ:

يُسَاوِرُ: سَاوَرَ يُسَاوِرُ مُسَاوَرَةً سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب، معنیٰ: چھلانگ لگانا، حملہ کرنا۔ **قِرْناً**: بکسرِ قاف، معنیٰ: کسی وصف میں کسی کے مثل ہونا۔ نظیر و مثیل، ہم عمر و ہم عصر۔ اس کی جمع "اقران" آتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص فائق الاقرار ہے۔ یہاں مدِّ مقابل مراد ہے اور "قَرن "بفتحِ قاف کا معنیٰ "زمانہ، دور اور سینگ "ہوتا ہے۔ اس کی جمع: قُرُوْن آتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ۔ **يَتْرُكَ**: چھوڑنا۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى﴾. (کیا انسان اس گمان میں مبتلا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا)۔ **مَفْلُوْلُ**: اسم مفعول، وہ شخص جسے شکست دی جائے۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں شیر کی طاقت و قوت بیان کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس شیر سے بھی زیادہ بارعب ہیں، جو اپنے مد مقابل پر جب حملہ آور ہوتا ہے تو اس کو لا محالہ شکست سے دوچار کر دیتا ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "لا يحِلُّ له أن يترك القِرْنَ إلّا وهو مفلولُ" سے کمالِ شجاعت کا کنایہ کیا ہے۔

(۲) المساورۃ، القرن اور الفل کے ذکر میں مراعاۃ النظیر پائی جا رہی ہے۔

تقطیع:

إِذاْ يُسَاْ / وِرُقِرْ / نَنْ لَأْيَحِلْ / لُلَهُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

أَنْ يَتْرُكَلْ / قِرْنَ اِلْ / لَأْوَهوَمَفْ / لُوْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۰)

مِنهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الجَوِّ ضامِرَةً
وَلا تُمَشِّي بِواديهِ الأَراجيلُ

منثور ترجمہ:

اس شیر (کے رعب و دبدبہ) سے جنگل کے دوسرے شیر خاموش رہتے ہیں اور لوگ اس وادی میں پیدل چلنے سے ڈرتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

اور اس کے ڈر سے باقی شیر چپّ ساده بیٹھے ہیں
اور اس وادی، علاقے میں پیادے خوف کرتے ہیں

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

سِبَاعُ: سبع کی جمع ہے، پھاڑنے والا جانور، درندہ، شیر، **ضامِرَۃً**: خاموش رہنے والا۔ **تمَشّی**: چلنا، سفر کرنا، راستہ طے کرنا۔ **الأَراجیلُ**: راجل کی جمع، معنیٰ: پیدل چلنے والے لوگ۔

شعر کا مفہوم بالکل واضح ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں کنایہ ہے، کیوں کہ اس شیر سے جنگل کے دوسرے شیروں کی خاموشی سے اس شیر کے انتہائی بہادر ہونے کا۔

(۲) السباع، الجو اور الوادی کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

مِنْہُ تَظَلْ / لُ سِبَاْ / عُ لْجَوِّ ضَاْ / مِرَتَنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

وَ لَاْ تُمَشْ / شِیْ بِوَاْ / دِیْھِلْ أَرَاْ / جِیْلُ
مَفَاعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس شعر میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۱)

وَلا يَزالُ بِوادِيهِ أَخَو ثِقَةٍ
مُطَرَّحُ البَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَأكولُ

منثور ترجمہ:

وہ بہادر شخص جسے اپنی شجاعت اور قوتِ بازو پر بھروسہ ہو، اس شیر کی وادی میں کھایا ہوا اور زمین پر اس کے بوسیدہ کپڑے اور ہتھیار پڑے نظر آتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

بہادر شخص اس وادی میں جاں سے ہاتھ دھوتا تھا
وہ ہتھیاروں کو اور بوسیدہ کپڑوں کو بھی کھوتا تھا

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

أَخَو ثِقَةٍ: بھروسہ کرنے والا۔ یہاں " اخو ثقة" سے مراد وہ بہادر انسان ہے جسے اپنی شجاعت و بہادری پر پورا اعتماد ہو۔ **مُطَرَّحُ**: پھینکا ہوا۔ بابِ تفعیل سے اسم مفعول۔ **البَزِّ**: جمع " بزوز "، معنٰی: اوزار، ہتھیار۔ **الدِّرسانِ**: پھٹے پرانے کپڑے۔ **مَأكولُ**: کھایا ہوا۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿كَعَصۡفٍ مَّأۡكُولٍ﴾[الفیل:۵]

حاصلِ کلام:

وہ شیر اتنا قوی اور بہادر ہے کہ وہ جب بھی شکار کرتا ہے تو بہادر شخص کو ہی اپنا نشانہ بناتا ہے اور اس کے چیتھڑے اڑا دیتا ہے، یہاں تک کہ شیر کی وادی میں اس بہادر آدمی کے ہتھیار اور بوسیدہ کپڑے بکھرے نظر آتے ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) بہادر آدمی کا کھایا ہوا ہونا اور کپڑے اور ہتھیار کا زمین پر پڑا ہونا کنایہ ہے، بہت شکاری ہونے، بہت بہادر ہونے اور بہت ہیبت ناک ہونے کا۔

(۲) نیز الشجاع، البزّ اور الدرسان کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

وَلَاْ يَزَاْ / لُ بِوَاْ / دِيْهِیْ أَخُوْ / ثِقَتِنْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون مخبون

مُطَرَّ حُلْ / بَزِّوَدْ / دِرْسَاْنِ مَاْ / كُوْلُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَاْعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس میں چار جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۲)

إِنَّ الرَّسولَ لَنُوْرٌ / لَسَيفٌ يُستَضاءُ بِهِ
مُهَنَّدٌ مِن سُيوفِ اللهِ مَسلولٌ

منثور ترجمہ:

بے شک اللہ کے رسول ﷺ ایسی چمکتی تلوار ہیں یا ایسا نور ہیں جن سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ آپ اللہ کی تلواروں میں نیام سے نکلی ہوئی ایک عمدہ ہندی تلوار ہیں۔

منظوم ترجمہ:

نبی وہ نور ہیں جن کی وساطت سے ضیا ملتی
کہ جیسے ہو کھلی تلوار خلّاقِ دو عالم کی

حلِ لغات و تشریح الفاظ:

إِنَّ: حرفِ تحقیق، معنیٰ: بے شک، بلا شک و شبہہ۔ **الرَّسُوْل**: جمع رُسُل، اللہ

کا وہ مقدّس اور برگزیدہ بندہ جس کو لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہو اور وہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو۔ قرآن مقدس میں ہے:﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ **نُورٌ**: روشنی۔ **سَيْفٌ**: تلوار، جمع: سیوف و اسیاف۔ **يُستَضاءُ**: فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ استضاء یستضیئ ، معنٰی: روشنی حاصل کرنا۔ **مُهَنَّدٌ**: باب تفعیل تھنید سے اسمِ مفعول، سیفِ مھند یعنی ہندوستانی تلوار۔ **مَسْلُولٌ**: سلّ یسلّ سلاًّ (ن) سے اسم مفعول، معنٰی: تلوار چلانا، تلوار سونتنا، تلوار نیام سے باہر نکالنا۔

حاصلِ کلام:

یہ شعر پورے قصیدے کی جان ہے اور اس کو "بیت الغزل" کا درجہ حاصل ہے اور نہایت مشہور و معروف شعر ہے۔ ناظمِ قصیدہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں ممدوحِ کائنات حضور سید عالم ﷺ کی تعریف و توصیف فرمائی ہے اور آپ کو حق وہدایت کی ایسی چمکتی تلوار سے تشبیہ دی ہے جس سے دنیا ہدایت کی روشنی حاصل کرتی ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) نورٌ بمعنٰی منوّرٌ میں مجاز مرسل ہے۔

(۲) اور نور سے پہلے مضاف ذو کی تقدیر پر ایجاز بالحذف ہے۔

(۳) اور نور سے ھادی مراد ہو تو پھر استعارۂ تصریحیہ ہے۔

(۴) اور استضاءۃ استعارۂ ترشیحیہ ہے۔

(۵) اور استضاءۃ بمعنٰی اھتداء استعارۂ تصریحیہ ہے۔

(۶) النور اور الاستضاءۃ کے ذکر میں اور السیف اور السل کے ذکر میں صنعتِ مراعاۃ النظیر بھی پائی جارہی ہے۔

تقطیع:

إِنَّ رَّسُوْ / لَ لَسَیْ / فُنْ یُسْتَضَاْ / ءُ بِھِیْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

مُهَنَّدُنْ / مِنْ سُیُوْ / فِ ﷲِ مَسْ / لُوْلُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۳)

فِي عُصبَةٍ مِن قُرَيشٍ قالَ قائِلُهُم
بِبَطنِ مَكَّةَ لَمّا أَسْلَموا زولوا

منثور ترجمہ:

(یارسول اللہ) آپ قریش کی ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہ جب یہ ایمان لے آئی تو (کفارِ مکہ کے ظلم و تشدد کے سبب) کسی کہنے والے نے کہا کہ اب مکہ سے (مدینہ شریف) ہجرت کرو۔

منظوم ترجمہ:

کہا ہے کہنے والے اِک قریشی شخص نے ان سے
ہم ایماں لاچکے، ہجرت کرو اب شہر مکہ سے

حلِ لغات و تشریحِ الفاظ:

عُصْبَةٍ: دس سے چالیس افراد پر مشتمل گروہ کو کہتے ہیں۔ **قُرَیْشٍ**: عرب کا مشہور قبیلہ۔ **قائِل**: قال یقول سے اسم فاعل، معنیٰ: کہنے والا۔ قرآن میں ہے: ﴿ قَالَ

قَائِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ﴾[الکہف:۱۹]۔ **بِبَطۡنِ مَكَّةَ** : وادیِ مکہ ۔ قرآن مقدس میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَ هُوَ الَّذِیۡ كَفَّ اَیۡدِیَهُمۡ عَنۡكُمۡ وَ اَیۡدِیَكُمۡ عَنۡهُمۡ بِبَطۡنِ مَكَّةَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَكُمۡ عَلَیۡهِمۡ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا﴾ .(اور وہی ہے جس نے وادیِ مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، حالاں کہ اللہ نے تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تمھارے کام دیکھتا ہے)۔**أَسۡلَمُوا** : بابِ افعال اسلام سے فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب، معنی: ایمان لانا ، اسلام قبول کرنا۔ قرآن پاک میں لفظِ اسلام اور اس کے مشتقات کثیر مقامات پر وارد ہوئے ہیں :﴿ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا قُل لَّمۡ تُؤۡمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسۡلَمۡنَا﴾ ۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُوا لَهُ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ ۔ **زُوۡلُوا** : زال یزول سے فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سفر کرو، ہجرت کرو، منتقل ہو جاؤ۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں ہجرتِ مدینہ منورہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو سارا مکہ آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ آپ کو اور آپ کے مٹھی بھر اصحاب اور جاں نثاروں کو ستایا جانے لگا اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ ایسی صورتِ حال میں بعض خیر خواہوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا مشورہ دیا اور آپ ﷺ اللہ رب العزت کے حکم سے اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ شریف ہجرت کر گئے۔

عناصر بلاغت:

(۱) بطن بمعنیٰ وسط میں مجاز مرسل ہے۔

(۲) اور ”فی عُصبۃ من قریش“ میں بھی مجاز مرسل ہے کیوں کہ اس سے قریش کا قوی و شجاع ہونا مراد ہے۔

(۳) اور کنایہ بھی ہے کہ قال قائلھم زولوا سے کنایۃً کمالِ قوت وغایت شجاعت مراد ہے۔

(۴) اور قال قائلھم میں مراعاۃ الاشتقاق بھی ہے۔

تقطیع:

فِیْ عُصْبَتِنْ / مِنْ قُرَیْ / شِنْ قَالَ قَا / ئِلُهُمْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

بِبَطْنِ مَكْ / كَةَ لَمَ / مَا أَسْلَمُوْ / زُوْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس میں تین جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۴)

زَالوا فَمازالَ أَنكاسٌ وَلا كُشُفٌ
عِندَ اللِقاءِ وَلا ميلٌ مَعازيلُ

منثور ترجمہ:

تمام صحابہ نے ہجرت کی، سوائے ضعیف و ناتواں کے اور سوائے ان کے جن کے پاس لڑنے کے لیے (ڈھال، تلوار اور نیزہ جیسے سامانِ جنگ) موجود نہ تھے۔

منظوم ترجمہ:

سبھی ایمان والے شہر طیبہ کر گئے ہجرت
مگر مجبور و مفلس اور بزدل نے نہ کی ہجرت

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

أَنكاسٌ : نکس کی جمع ، معنٰی: ضعیف اور کمزور شخص ۔**کُشُفٌ** : اکشف کی جمع، معنٰی: وہ آدمی جس کے پاس ڈھال نہ ہو۔ **عِندَ**: پاس، قریب۔ قرآن ناطق ہے: ﴿مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللهِ بَاقٍ﴾[النحل:۹۶]۔ **اللِقاءِ** : مڈبھیڑ، ملاقات، آمنے سامنے، قرآن میں ہے:﴿مَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللهِ ﴾[العنکبوت:۵]۔**مِيلٌ** : اَمْيَل کی جمع ، معنٰی :جس کے پاس تلوار نہ ہو۔ **مَعَازِيلُ** : مِعزال کی جمع ، معنٰی :جس کے پاس نیزہ نہ ہو۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں حضور نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کی مدح سرائی کی گئی ہے کہ جب اللہ عزوجل کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا تو سارے صحابہ آمنا و صدقنا کہتے ہوئے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے ۔کیوں کہ وہ قوی، بہادر ، بلند حوصلہ اور سامانِ جنگ رکھنے والے افراد تھے اور جو حقیقت میں کمزور، ضعیف وناتواں اور سامانِ جنگ سے خالی تھے،وہ ہجرت سے محروم ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں ”زالوا فمازال“ میں صنعت مطابقت ہے۔

(۲) اور رعایت اشتقاق ہے۔

(۳) نیزالانکاس،الکشف، المیل، المعازیل اور اللقاء میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۴) اور پورا شعر صحابہ کرام کی بہادری کا کنایہ ہے۔

تقطیع:

زَالُوْ فَمَاْ / زَاْلَ أَنْ / كَأْسُنْ وَلَاْ / كُشُفُنْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

عِنْدَلِّقَاْ / ءِ وَلَاْ / مِيْلُنْ مَعَاْ / زِ يْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون — مقطوع

اس میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۵)

شُمٌّ العَرَانِينِ أَبطالٌ لَبُوسُهُمُ

مِن نَسجِ داوُدَ فِي الهَيَجا سَرابيلُ

منثور ترجمہ:

وہ (صحابۂ کرام) اونچی ناک والے اور بہادر ہیں۔ جنگ میں ان کے لباس اور زرہیں نسجِ داؤدی کی ہوتی ہیں۔

منظوم ترجمہ:

وہ اونچی ناک والے جان رحمت کے صحابہ ہیں

کہ جن کے جسم پر تھیں جنگ میں داؤد کی زرہیں

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

شُمٌّ : اشمّ کی جمع ، بڑی ناک والے یعنی اونچی شان و شوکت والے ۔ **العَرَانِينِ** : عرنین کی جمع، معنٰی: ناک۔ **أَبطالٌ** : بطل کی جمع، معنٰی: پہلوان، بہادر۔ **لَبُوسُهُمُ** : زرہ، لباس۔ **نَسْجِ** : نسج ینسج (ن، ض) نسجا . کپڑا بننا۔ **الهَيجاء**: جنگ، لڑائی۔ **سَرَابيلُ** : سربال کی جمع، کرتا، لباس۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ .(ان کے کرتے تارکول کے ہوں گے اور ان کے

چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بے شک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے)۔

حاصلِ کلام:

اس شعر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کی تعریف، ان کی شان و شوکت، ہمت جرأت اور شجاعت و بہادری کا حال بیان کیا گیا ہے۔ نسجِ داوٗدی سے ان کے لباس اور زرہوں کی مضبوطی مراد ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "شُمُّ العرانین" (اونچی ناک والوں) سے کنایۃً یہ مراد ہے کہ صحابۂ کرام تامّ الخلقت اور قوی ہیں۔

(۲) الأبطال، الھیجاء، الدروع اور داؤد کے ذکر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

(۳) اور اگر نسجِ داؤد سے مراد کامل زرہیں ہیں، جن کو منسوجاتِ داوٗد سے تشبیہ دی گئی ہے تو یہ استعارۂ تصریحیہ ہے۔

تقطیع:

شُمُّ لْعَرَاْ / نِيْنِ أَبْ / طَاْلُنْ لَبُوْ / سُهُمُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون

مِنْ نَسْجِ دَاْ / وُدَ فِلْ / هَيْجَاْسَرَاْ / بِيْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مخبون مقطوع

اس میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(٥٦)

بیضٌ سَوابِغُ قَد شُکَّت لَھا حَلَقٌ
کَأَنَّہا حَلَقُ القَفْعَاءِ مجدُولُ

منثور ترجمہ:

ان کی زرہیں صیقل کی ہوئی مضبوط اور چمک دار ہیں جن کے حلقے باہم مربوط اور ایک دوسرے میں پیوست ہیں ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ قفعا درخت کے حلقے ہوں۔

منظوم ترجمہ:

وہ مضبوطی ہے ایسی وہ چمک ایسی ہے زرہوں میں
ہے جیسی روشنی ، مضبوطیاں قفعا کے پیڑوں میں

حلِّ لغات وتشریح الفاظ:

بِیْضٌ : ابیض کی جمع ۔ قرآن پاک میں ہے : ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُہَا وَ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ﴾ .(کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا توہم نے اس سے مختلف رنگوں والے پھل نکالے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ والے راستے ہیں، ان کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ کالے بہت ہی کالے ہیں) ۔ نیز حدیث پاک میں آیا ہے :اَلْبِسُوْا الثِّیَابَ البِیْضَ فَاِنَّھَا اَطْھَرُ وَاَطْیَبُ۔ **سَوابِغُ** : سابغة کی جمع، معنٰی: کامل طور پر، پوری طرح ۔ **شُکَّت**: ہڈی تک چھیدنا ، ملانا۔ **حَلَقٌ**: حلقے۔ **کَأَنَّ**: گویاکہ۔ یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے، جواسم کونصب اور خبر کورفع کرتا ہے ۔ اگراس کی خبر جان دار ہو توتشبیہ کا فائدہ دیتا ہے ،جیسے: كأن زيد أسد أي زيد كالأسد ۔ اگراس کی خبر مشتق یا جملہ فعلیہ ہو توظن کا فائدہ دیتا ہے ۔جیسے كأنك فهمت ۔خیال ہے کہ تم سمجھ گئے ۔ **القَفْعَاءِ**: ایک درخت کانام۔ **مَجْدُوْلُ**:اسم مفعول جدل یجدُل (ن) جدلا سے ۔ مضبوط کرنا، بٹنا۔

حاصلِ کلام:

صحابہ کرام کی تعریف و توصیف کے بعد ان کے سامانِ جنگ اور بالخصوص ان کی زرہوں کی مدح کی جارہی ہے کہ شجرِ قفعا کے حلقے کی مانند ان کی زرہوں کے حلقے نہایت مضبوط، چمک دار اور ایک دوسرے میں پیوست ہوتے ہیں۔

عناصر بلاغت:

(۱) اس شعر میں "کانّها حلَقُ القفعاء" میں تشبیہ مرسل ہے، کیوں کہ اداتِ تشبیہ کأنّ مذکور ہے۔

(۲) نیز الدروع، السوابغ، القفعاء اور الجدل میں مراعاۃ النظیر ہے۔

تقطیع:

بِيْضُنْ سَوَاْ / بِغُ قَدْ / شُكَّتْ لَهَاْ / حَلَقُنْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون مخبون

كَأَنَّهَاْ / حَلَقُلْ / قَفْعَاْءِ مَجْ / دُوْلُوْ
مَفَاعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون مخبون مقطوع

اس میں چار جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۷)

لَا يَفرَحُوْنَ إِذَاْ نَالَتْ رِمَاحُهُمُ
قَوماً وَلَيْسُوْا مجَازيعاً إِذَا نِيْلُوْا

منثور ترجمه:

ان کے نیزے دشمنوں کو پاکر (قتل کرکے) خوش نہیں ہوتے اور نہ مغلوب ہونے کی صورت میں گھبراتے ہیں۔

منظوم ترجمه:

وہ عالی ظرف ہیں قتلِ عدو سے خوش نہیں ہوتے
اگر مغلوب ہو جائیں تو گھبرا کر نہیں روتے

حلِّ لغات وتشریحِ الفاظ:

لا يَفْرَحُوْنَ: فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب منفی ، فرح یفرح (س) فرحا: خوش ہونا۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾. (آپ فرماؤ! اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں)۔ **نَالَتْ:** پانا، حاصل ہونا۔ قرآن مقدس میں ہے: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾[آلِ عمران:۹۲]۔ **رِماحُ :** رمح کی جمع، معنٰی: نیزہ۔ **مَجازيعاً :** مجزاع کی جمع اسم مبالغہ، معنٰی: ڈرنا، خوف کھانا، گھبرانا۔

حاصلِ کلام:

یہ شعر بھی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح پر مشتمل ہے، جس میں ان کی ہمت و جرأت اور بلند حوصلگی کی تعریف کی گئی ہے۔

شعر کا مفہوم واضح ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) الفرح اور الجزع کے ذکر میں صنعتِ مطابقت ہے۔

(۲) اور کنایہ بھی موجود ہے، کیوں کہ شاعر نے دشمنوں کو قتل کر کے خوش نہ ہونے اور اپنی مغلوبیت سے نہ گھبرانے سے غایتِ شجاعت اور مہارت کا کنایہ کیا ہے۔

تقطیع:

لَاْيَفْرَحُوْ / نَ اِذَاْ / نَاْلَتْ رِمَاْ / حُهُمُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ

مخبون — مخبون

قَوْمَنْ وَلَیْ / سُوْمجَاْ / زِ يْعَنْ اِذَاْ / نِيْلُوْ

مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ

مقطوع

اس میں دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۸)

يَمْشُوْنَ مَشْيَ الجِمَالِ الزُّهْرِ يَعصِمُهُم

ضَربٌ إذا عَرَّدَ السُوْدُ التَنابيلُ

منثور ترجمہ:

صحابۂ کرام سفید اونٹ کی چال (سرعت و وقار کے ساتھ) چلتے ہیں (میدانِ جنگ میں جاتے ہیں) اور ان کی ضرب کاری ہی ان کو دشمنوں سے بچاتی ہے، جب کہ کالے کوتاہ قد یا کوتاہ ہمت دشمن بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

منظوم ترجمہ:

سفید اونٹوں کے جیسے جنگ کے میداں میں جاتے ہیں
وہ اپنے آپ کو ضربِ عدو سے بھی بچاتے ہیں

حلِ لغات و تشریحِ الفاظ:

یَمْشُون: فعل مضارع صیغہ جمع مذکر غائب، مشیٰ یمشی (ض) مشیا۔ چلنا۔ راستہ طے کرنا۔ قرآن ناطق ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْأَرْضِ مَرَحًا﴾[الاسرا:۳۷] (زمین میں اکڑ کر نہ چلو)۔ نیز دوسرے مقام پر آیا ہے: ﴿وَاقْصِدْ فِی مَشْیِكَ﴾ [لقمان:۱۹] (چلنے میں میانہ روی اختیار کرو)۔ **مَشْیَ الْجِمَالِ**: اونٹ جیسے چلنا۔ جِمال جمَل کی جمع ہے اور یہ عبارت مفعولِ مطلق ہے یمشون فعل کا۔ **الزُھْرِ**: ازھر کی جمع، معنیٰ: سفید، روشن۔ **یَعصِمُھم**: عَصَمَ یَعْصِمُ (ض) عَصْماً عَصْمَةً سے فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب، معنیٰ: بچانا، حفاظت کرنا، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿وَاللهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾[المائدۃ:۶۷]۔ **ضَربٌ**: مارنا، قرآن مقدس میں ہے: ﴿وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ﴾ [ص:۴۴] نیز سورۂ بقرہ میں ہے: ﴿فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾[البقرۃ:۶۰]۔ **عَرَّدَ**: بھاگنا۔ **السُودُ**: اسود کی جمع، معنیٰ: کالا۔ قرآن میں ہے: ﴿وَغَرَابِیبُ سُودٌ﴾۔ **التَنابِیلُ**: تنبال کی جمع، بونا، ناٹا، پست قد اور کوتاہ ہمت۔ یہاں "السود التنابل" سے دشمن مراد ہیں۔

حاصلِ کلام:

صحابۂ کرام کی شجاعت و بہادری بیان کرتے ہوئے ناظمِ قصیدہ کہتے ہیں کہ وہ میدانِ جنگ سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ سرعتِ رفتار اور پورے وقار کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتے ہیں اور دشمنوں پر اتنا شدید حملہ کرتے ہیں کہ ان کی ضرب کاری ہی ان کی محافظ ہوا کرتی ہے۔

عناصر بلاغت:

(۱) یمشون مشْیَ الجِمَال میں تشبیہ حسّی بہ حسّی ہے۔
(۲) اگر تنابیل سے کوتاہ ہمت دشمن مراد ہیں تو استعارۂ تصریحیہ ہے۔
(۳) الزھر اور السُّود کے ذکر میں صنعتِ مطابقت ہے۔
(۴) اور "یمشون" اور "مشی" میں رعایت اشتقاق ہے۔

تقطیع:

يَمْشُوْنَ مَشْ / يَلْ جِمَاْ / لِزُّهْرِ يَعْ / صِمُهُمْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مخبون

ضَرْبُنْ اِذَاْ / عَرَّدَسْ / سُوْدُ تَّنَاْ / بِيْلُوْ
مُسْتَفْعِلُنْ / فَاعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مقطوع

اس میں ایک خبن اور ایک قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

(۵۹)

لَاْ يَقَعُ الطَعنُ إِلّا فِي نُحُوْرِهِمُ
مَا لَهُم عَن حِيَاضِ المَوْتِ تَهْلِيْلُ

منثور ترجمہ:

وہ صحابہ (ایسے بہادر اور جامِ شہادت کے متوالے ہیں کہ) دشمنوں کی برجھیوں کی ضرب ان کے سینے پر ہی پڑتی ہے اور وہ موت کے حوض (کنویں) میں کودنے سے پیچھے نہیں رہتے۔

منظوم ترجمہ:

عدو کی برچھیوں کا زخم وہ سینوں پہ کھاتے ہیں
رضائے رب کی خاطر جان پر بھی کھیل جاتے ہیں

حلِ لغات وتشریحِ الفاظ:

الطَعنُ: برچھی مارنا، برچھیوں سے حملہ کرنا۔ **نُحورِهِمْ**: نحر کی جمع، معنیٰ: سینہ۔ **حِيَاضِ**: حوض کی جمع، معنیٰ: حوض، یہاں کنواں مراد ہے۔ **تَهليلُ**: باز رہنا، پیچھے ہٹنا۔

حاصلِ کلام:

حضرت کعب بن زہیر رضِی اللہ عنہ نے اس شعر میں صحابۂ کرام رضِی اللہ عنہم کی شایانِ شان توصیف فرمائی ہے کہ وہ ایسے بہادر، جری اور جامِ شہادت نوش کرنے والے مبارک نفوس ہیں کہ دشمنوں کے وار کو اپنے سینے پر لیتے ہیں اور موت سے بالکل نہیں ڈرتے۔ ان کا جذبۂ شہادت اتنا بیدار اور قوی ہے کہ دینِ کی خاطر موت کو سینے سے لگانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اور وہ موت کے کنویں میں چھلانگ لگانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔

عناصر بلاغت:

اس شعر میں کنایہ ہے کیوں کہ دشمن کی برچھیوں کے صحابہ کے سینے پر لگنے سے کنایۃً ان کی بہادری مراد ہے۔

تقطیع:

لَاْ يَقَعُ طْ / طَعْنُ اِلْ / لَاْ فِيْ نُحُوْ / رِهِمُوْ
مُفْتَعِلُنْ / فَاْعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعِلُنْ
مطوی — مخبون

وَمَاْلَهُمْ عَنْ حِيَاْ / ضِلْ مَوْتِ تَهْ / لِيْلُوْ
مَفَاْعِلُنْ / فَاْعِلُنْ / مُسْتَفْعِلُنْ / فَعْلُنْ
مخبون — مقطوع

اس میں ایک جگہ طی، دو جگہ خبن اور ایک جگہ قطع، باقی سب سالم ہیں۔

*****

تعارف

حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ

صحابی جلیل، مادح پیمبر حضرت سیدنا کعب بن زہیر ابن ابی سلمٰی مزنی مشہور مخضرم شعرا میں سے ایک تھے، دور جاہلیت اور دور اسلام میں بحیثیت عظیم شاعر آپ کی مقبولیت وشہرت یکساں رہی فن شاعری آپ کو وراثت میں ملی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ بچپن سے ہی بھاری بھرکم اور معنی خیز اشعار کہنے پر قادر تھے، چنانچہ آپ کی شاعرانہ کمال کا اعتراف کرتے ہوئے حافظ ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

" قال ابو عمر کان کعب بن زهير شاعرا مجودا كثير الشعر مقدما فی طبقته هو و اخوه بجير وكعب اشعرهما وابوهما زهيرا فوقهما." [۱]

ترجمہ: ابو عمر نے کہا کہ کعب بن زہیر عمدہ اور کثیر گو شاعر تھے وہ اور ان کے بھائی بجیر اپنے طبقے میں نمایاں ہیں، لیکن کعب اپنے بھائی بجیر سے بڑے شاعر ہیں اور ان کے والد زہیر ان دونوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

آپ کے علاوہ گھر کے کئی افراد بھی شہرت یافتہ شاعر تھے، چنانچہ صاحب الاعلام اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

قال ابن الأعرابي: كان لزهير في الشعر مالم يكن لغيره، كان أبوه شاعرا، وخاله شاعرا، وأخته سلمى شاعرة، وابناه كعب وبجير شاعرين، وأخته الخنساء شاعرة-.[۲]

ترجمہ: ابن اعرابی نے کہا ہے کہ زہیر کو شعر و شاعری میں وہ مہارت حاصل تھی

۱۔ الاستیعاب، ج:۱، ص:۲۱۹-۲۲۰

۲ ۔ الاعلام للزرکلی ج۳ ص ۵۲

جو کسی اور کو نہیں تھی (اور اس کی وجہ یہ تھی کہ) اس کے والد شاعر تھے، اس کے ماموں شاعر تھے، اس کی بہن سلمی شاعرہ تھی، اس کے دونوں بیٹے کعب اور بجیر شاعر تھے، اس کی بہن خنسا شاعرہ تھی۔

اور آپ کے والد زہیر بن ابی سلمٰی سات مشہور قصائد جنھیں معلقات کہا جاتا ہے اس میں سے ایک معلقے کے شاعر تھے مورخین نے حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے:

"کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی بن رباح بن قرط بن حارث بن مازن بن حلاوہ بن ثعلبہ بن نور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان ابن عمرواد بن طانجہ مزنی۔"[۱]

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے والد کا خواب

صاحب معلقہ زہیر بن ابی سلمٰی نے اپنی وفات سے پہلے ایک حیرت انگیز خواب دیکھا جس کی تفصیل کتب تاریخ میں یوں بیان کی گئی ہے:

" ذكر أبو عبيدة عن قتيبة بن شبيب بن العوام بن زهير عن آبائه الذين أدركوا بجيرا وكعبا إبني زهير قال: كان أبي من مترهبة العرب، وكان يقول: ولا أن تفندون لسجدت للذي يحيي هذه بعد موتها! قال: ثم إن زهيرا رأى قبل موته بسنة في نومه كأنه رفع إلى السماء حتى كاد يمس السماء بيده، ثم انقطعت به الحبال، فدعا بنيه فقال: يا بني! رأيت كذا وكذا، وإنه سيكون بعدي أمر يعلو من اتبعه ويفلح، فخذوا بحظكم منه، ثم لم يعش إلا يسيرا حتى هلك، فلم يحل الحول حتى بعث رسول الله صلي الله عليه وسلم." [۲]

۱۔ الاصابہ ۵/۳۰۲

۲۔ جمهرة اشعار العرب ص ۱۰۷

ابو عبیدہ نے قتیبہ بن شبیب بن عوام بن زہیر سے اور اس نے اپنے ان آبا و اجداد جنہوں نے زہیر کے دونوں بیٹوں بجیر وکعب کو پایا تھا سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ کعب نے کہا: میرے والد عرب کے رہبانوں میں سے تھے اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ نہیں ہو گا کہ تم فنا ہو جاؤ گے، میں اس ذات کو ضرور سجدہ کروں گا جو اس جان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ فرمائے گا۔کعب نے کہا کہ زہیر نے اپنی موت سے ایک سال پہلے خواب دیکھا تھا کہ گویا کہ وہ آسمان کی طرف اڑ رہے ہیں یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کا ہاتھ آسمان کو چھو لیتا لیکن پھر رسیاں کٹ گئیں۔پس انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور کہا: اے میرے پیارے بیٹوں! میں نے اس اس طرح سے خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد ایک انتہائی اہم معاملہ در پیش ہو گا جو اس کی اتباع کرے گا تو وہ بلند و کامیاب ہو جائے گا پس تم اس سے اپنا وافر حصہ ضرور لینا۔پھر وہ کچھ عرصہ ہی زندہ رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے اور اس کو ابھی مکمل سال بھی نہیں گزرا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہو گئی۔

مدینہ منورہ کی جانب روانگی

زھیر بن ابی سلمٰی کے انتقال ہونے کے بعد سنہ ۷ ہجری میں دونوں بھائی یعنی حضرت کعب اور بجیر باپ کی اسی وصیت کے مطابق جانب مدینہ منورہ روانہ ہوئے چنانچہ امام حاکم اپنی سند سے ابراہیم بن منذر سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت کعب کے پرپوتے حجاج سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد ذی الرقیہ سے وہ اپنے والد عبد الرحمن بن کعب بن زہیر سے روایت کرتے ہیں:

” خرج كعب وبجير ابنا زهير حتى اتيا ابرق العراف فقال بجير لكعب اثبت فى عجل هذا المكان حتى اتى هذا الرجل يعنى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فاسمع ما يقول فثبت كعب وخرج بجير فجاء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فعرض

علیه الاسلام فاسلم-'' [ا]

زہیر کے دونوں بیٹے کعب اور بجیر روانہ ہوئے یہاں تک کہ ''ابرق العراف'' تک پہونچ گئے، بجیر نے کعب سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اس شخص (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کا کلام سنوں کہ وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ کعب وہیں ٹھہر گئے اور بجیر روانہ ہوگئے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔۔

کعب بن زہیر کے ہجویہ اشعار

جب یہ خبر کعب بن زہیر کو ملی کہ ان کے بھائی بجیر نے اسلام قبول کر لیا ہے تو بہت برہم ہوئے اور ہجویہ اشعار کہہ بیٹھے چنانچہ امام حاکم المستدرک علی الصحیحین میں نقل فرماتے ہیں:

'' وبلغ ذلك كعبا فقال:

الا ابلغا عنى بجيرا رسالة
على اى شئ غير ذلك دلكا
على خلق لم تلف اما ولا أبا
عليه ولم تدرك عليه ابا لكا
سقاك ابو بكر بكأس روية
وانهلك المأمون منها وعلكا[۲]

جب یہ خبر کعب کو ملی تو انہوں نے یہ اشعار کہے: ''میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہونچا دو کہ اس (دین) کے علاوہ دوسرے وطیرہ دین پر تجھے کس نے ہدایت دی؟ ایسے وطیرے پر جس پر تو نے نہ اپنی ماں کو پایا نہ اپنے باپ کو پایا۔ ابوبکر نے تجھے خوب

ا۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم ،ج: ٤، ص: ٤
۲۔ المستدرك على الصحيحين للحاكم ،ج: ٤، ص: ٤

سیراب کرکے پلایا پھر مامون (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تجھے پہلی بار پلایا پھر دوسری بار پلایا۔۔"

حضرت سیدنا کعب وبجیر کے مابین مراسلتی سلسلہ

حضرت سیدنا کعب بن زہیر کے جب ہجویہ اشعار حضور علیہ السلام تک پہنچے تو آپ نے ان کا خون حلال کردیا پس خونی رشتہ وذاتی ہمدردی کی باعث حضرت بجیر نے ایک مکتوب لکھ کر حضرت سیدنا کعب کی طرف روانہ کردیا ابن ہشام نے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ذکر کی ہے:

"ولما قدم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من منصرفه عن الطائف كتب بجير بن زهير بن ابى سلمى الى اخيه كعب بن زهير يخبره أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قتل رجالا بمكة ممن يهجوه و يؤذيه وان من بقى من شعراء قريش ابن الزبعرى وهبيرة ابن أبى وهب قد هربوا فى كل وجه فان كانت لك فى نفسك حاجة فطر إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فإنه لا يقتل احدا جاءه تا ئبا وان انت لم تفعل فانج الى نجاتك من الأرض-[۱]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمٰی نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھ کر خبر دی کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتے تھے اور آپ کو ایذا پہنچاتے تھے ان میں سے بعض کو مکہ معظمہ میں قتل کردیا گیا ہے قریش کے جو شعرا مثلاً ابن زبعری اور ہبیرہ بن وہب وغیرہ بچ گئے تھے وہ بھاگ نکلے لہذا اگر تمہیں اپنی جان بچانے کی فکر ہے تو فورا رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑو اس لیے کہ جو بھی ان کے پاس تائب ونادم ہوکر

---

۱ - السيرة النبوية لابن هشام، ج: ٤، ص: ٢٧٨

آتا ہے وہ اس کو قتل نہیں کرتے اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پھر اپنی نجات کے لیے زمین میں کوئی جگہ تلاش کر لو۔

اس پر حضرت سیدنا کعب بن زہیر نے برہم ہو کر کچھ اشعار لکھے اور اپنے بھائی بجیر کی طرف روانہ کر دیے وہ اشعار یہ ہیں۔

الا ابلغا عنی بجیرا رسالة
فهل لك فيما وقلت ويحك هل لك
فبين لنا ان كنت لست بفاعل
على اى شئ غير ذلك دلكا
على خلق لم الف يوما اباله
عليه وما تلفى عليه ابا لكا
فان انت لم تفعل فلست بآسف
ولا قائل اما عثرت لعالكا
سقاك بها المأمون كأسا روية
فانهلك المأمون منها وعلكا [۱]

میری جانب سے بجیر کو پیغام پہونچادو کہ تیرا برا ہو جو کچھ تو کہا ہے، کیا واقعی وہ تیرا ہی قول ہے ؟ تو ہمیں وضاحت سے بیان کر اگر ایسا کرنے والا نہیں ہے کہ اس دین کے علاوہ کس چیز کی جانب انھوں نے تیری رہنمائی کی ؟ ایسے وطیرے کی جانب تیری رہنمائی کی گئی کہ میں نے اس کے باپ کو اس پر پایا اور نہ ہی تو نے اپنے باپ کو اس عامل پایا۔

اگر تو ایسا نہیں کرتا تو میں اس پر افسردہ نہیں ہوں اور نہ ہی اب کچھ کہنے والا ہوں لہذا اگر تو ٹھوکر کھائے تو اللہ تیری ٹھوکر کو معاف فرمائے۔ مامون نے تجھے اس کا پیالہ خوب سیراب کر کے پلایا اور اس پیالے سے بار بار پلایا ہے۔۔

یہ اشعار جب حضرت بجیر تک پہونچے تو پھر کیا ہوا ابن ہشام لکھتے ہیں:

۱۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج: ۴، ص: ۲۷۹

” و بعث بها إلى بجير فلما اتت بجير كره ان يكتمها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فانشده اياها فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما سمع ”سقاك بها المأمون“ صدق وانه لكذوب وانا المأمون ولما سمع ”على خلق لم تلف اما ولا أبا عليه“ قال اجل لم يلف عليه اباه ولا امه-[۱]

حضرت سیدنا کعب بن زہیر نے یہ اشعار حضرت بجیر کے پاس بھیجے جب یہ اشعار بجیر کو موصول ہوئے تو انھوں نے ان کو حضور علیہ السلام سے چھپانا مناسب نہیں سمجھا اور یہ اشعار حضور علیہ السلام کو سنا دیئے۔ جب آپ نے یہ سنا: ”اے بجیر تجھے امانت والے نے پیالہ پلا دیا ہے۔“ تو آپ نے فرمایا کہ کعب نے درست کہا اگر چہ وہ جھوٹا ہے۔ بے شک میں امانت دار ہوں اور جب آپ نے یہ سنا: ”ایسے دین پر جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا“ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یقینا اس نے اپنے ماں باپ کو اس دین پر نہ پایا۔۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ پھر کعب کے ان اشعار کے جواب میں بجیر نے ان کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

من مبلغ كعبا فهل لك فى التى
تلوم عليها باطلا وهى احزم
الى الله لا العزى ولا اللات وحده
فتنجوا اذا كان النجاء وتسلم
لدى يوم لا ينجو وليس بمفلت
من الناس الا طاهر القلب مسلم
فدين زهير وهو لا شئ دينه
ودين ابى سلمى على محرم [۲]

۱۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ج۴ ص۲۷۹
۲۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج:۴، ص: ۲۸۰

کون ہے جو کعب تک یہ بات پہنچادے کہ تو جس مذہب پر مجھے ملامت کر رہا ہے کیا اس میں کوئی غلط بات ہے ؟ حالانکہ وہی واحد دین ہے جو اللہ کی طرف لے جانے کا مضبوط راستہ ہے نہ کہ لات و عزیٰ کی طرف۔ پس تو بھی اسی مضبوط راستے کو اپنا کر نجات وسلامتی حاصل کر سکتا ہے۔ تو نجات پا سکتا ہے اس دن جس دن لوگوں میں صرف پاکیزہ دل مسلمان ہی نجات یافتہ اور بچ کر نکلنے والا ہوگا۔

حضرت سیدنا کعب بن زہیر کا قبول اسلام

ابن اسحاق کی روایت سے ابن ہشام لکھتے ہیں: "ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضرت بجیر کا خط حضرت کعب کو ملا تو ان پر زمین تنگ ہوگئی ان کو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا ان کے جو دشمن وہاں حاضر تھے انھوں نے ان کے بارے میں بری خبریں پھیلادیں اور کہنے لگے کہ یہ یقیناً اب قتل کیا جائے گا جب ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا تو بالآخر انھوں نے وہ قصیدہ نظم کیا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کی ہے۔ اس قصیدے میں انھوں نے اپنے خوف اور دشمنوں کی افواہیں پھیلانے کا ذکر کیا ہے پھر وہ روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچے، قبیلہ جہینہ کے ایک شخص سے ان کی جان پہچان تھی اس کے یہاں فروکش ہوئے پھر علی الصباح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز ادا فرمارہے تھے حضرت کعب بن زہیر نے بھی آپ کے ساتھ نماز فجر پڑھی پھر لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے انھیں بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ان کے پاس جاؤ اور امان طلب کرو۔

چنانچہ حضرت کعب بن زہیر حضور علیہ السلام کی طرف بڑھے اور اور آپ کے قریب جاکر بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا۔

حضور علیہ السلام بظاہر ان کو پہچانتے نہ تھے انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہوکر آپ کی بارگاہ کرم میں آنا چاہتا ہے اگر میں اس کو لے آؤں تو کیا آپ اس کو قبول فرمالیں گے ؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں یہ سن کر حضرت کعب بن زہیر نے خوشی کے عالم میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے روایت کی کہ جب حضرت کعب بن زہیر نے اپنا تعارف کروایا تو انصار میں سے ایک صحابی ان کی طرف جھپٹے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اس دشمن خدا کا سر قلم کردوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کیوں کہ یہ توبہ کرکے اپنی روش ترک کرکے آیا ہے اس کے بعد حضرت سیدنا کعب بن زہیر نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔[۱]

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قصیدہ بانت سعاد کی پیشی اور بے مثال مقبولیت:

روایت ہے کہ جب حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات فخر موجودات کی بارگاہ کرم میں ''قصیدہ بانت سعاد'' کے اشعار پڑھنا شروع کئے تو سن کر آقائے دوجہاں ﷺ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا :

''انا ضامن لقائلها وسامعها وحافظها بدخلول الجنة۔'' [۲]

یعنی میں اس کے کہنے والے ،سننے والے اور یاد کرنے والے کیلئے جنت میں داخلے کا ضامن ہوں۔

۱۔ ترجمہ ملخصا از السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ج ٤ ص ٢٨٠ تا ٢٨١.

٢۔ المستدرك على الصحيحين ،للحاكم، رقم الحديث ٦٤٧٧/ ٢٠٧٥ ،ج: ٣، ص: ٦٧٠-٦٧١-٦٧٢-٦٧٣ ، كتاب الاغانی لابی الفرج الاصفهانی (م ٣٥٦ ھ)، اخبار كعب بن زهير ج ١٧ ص ٩٢

قصیدہ بانت سعاد کی مقبولیت کی ایک مختلف جہت

احمد بن محمد المقری التلمسانی نے " نفح الطیب عن غصن الاندلس الرطیب" میں ابو جعفر الالیری کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس قصیدے کی اہمیت ووقعت کا ایک مختلف رخ سامنے آتا ہے چنانچہ ابو جعفر الالیری کہتے ہیں:

"حدثنی بعض شیوخنا بالإسکندریة باسناده ان بعض العلماء کان لا یستفتح مجلسه الا بقصیدة کعب فقیل له فی ذلك فقال رأیت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قصیدة کعب انشدها بین یدیك فقال نعم وانا احبها واحب من یحبها قال فعاهدت الله انی لا اخلو من قراءتها کل یوم "۔[۱]

اسکندریہ میں ہمارے بعض شیوخ نے ہم سے بیان کیا کہ بعض علماء اپنی ہر مجلس کا آغاز حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدے سے کرتے تھے جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ آپ کے روبرو پیش کیا تھا؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں اور میں اس قصیدے کو پسند کرتا ہوں اور جو اسے پسند کرے اس کو بھی پسند کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ اسی دن سے میں نے عہد کر لیا کہ روزآنہ اس کو پڑھا کروں گا۔

سماعت قصیدہ کے بعد حضور علیہ السلام کا خوش ہونا اور ردائے مقدس عطا فرمانا:

امام قسطلانی نے ابو بکر بن الانباری (متوفی ۳۲۸ھ) کے حوالے سے نقل کی ہے کہ جب حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ پیش کرنے کے دوران

۱۔ نفح الطیب: احمد بن محمد المقری، ص ۲۵۴

اس شعر پر پہنچے:

إِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ به
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا نور ہیں جن سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جاتی ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی کھینچی ہوئی تلواروں میں ایک عمدہ تلوار ہیں۔

تو حضور علیہ السلام نے اپنی وہ ردائے مبارک جو اس وقت آپ کے جسم اطہر پر تھی حضرت سیدنا کعب بن زہیر کو عطا فرما دی بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ردائے مقدس کو خریدنے کے لیے حضرت سیدنا کعب بن زہیر کو دس ہزار درہم کی پیش کش کی لیکن حضرت سیدنا کعب بن زہیر نے بیچنے سے انکار کر دیا جب حضرت سیدنا کعب بن زہیر کی وفات ہوگئی تو حضرت معاویہ نے ان کے ورثاء سے بیس ہزار درہم میں وہ مبارک چادر خرید لی۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ یہ وہی پاکیزہ چادر ہے جو آج تک سلاطین کے پاس موجود ہے۔[۱]

علامہ ابن خلدون حضرت سیدنا کعب بن زہیر کے قبول اسلام اور قصیدے کی پیش کش کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"واعطاه بردة فی ثوب مدحه فاشتراها معاوية من ورثته بعد موته وصار الخلفاء يتوارثونها شعارا-"[۲]

یعنی حضور علیہ السلام نے حضرت سیدنا کعب بن زہیر کو ان کی مدح کے صلے میں چادر عطا فرمائی پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اس چادر مبارک کو ان کے وارثین سے خرید لیا پھر خلفاء اس چادر مبارک کو علامت کے طور پر نسلاً بعد نسل منتقل کرنے لگے۔

۱۔ المواهب اللدنية بالمنح المحمدية للقسطلانی ج ۱ ص ۲٤٥
۲۔ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ٤٦٧

ابن اثیر نے بھی اسد الغابہ میں ردائے مقدس عطا کرنے کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

" وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد أعطاه بردة له وهي التي عند الخلفاء الى الآن ۔"[۱]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی تھی یہ وہی چادر ہے جو اب تک خلفا کے پاس موجود ہے۔

اسی طرح ابوالحسین عبد الباقی ابن قانع (متوفی ۳۵۱ھ) نے "معجم الصحابہ" میں ردائے مقدس عطا کرنے کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

"فكساه النبي صلى الله عليه وآله وسلم بردة له فاشتراها معاوية من ولده بمال فهي البردة التي تلبسها الخلفاء في الاعياد "[۲]

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی چادر مبارک اڑھا دی پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بیٹے سے وہ چادر مبارک خرید لی یہ وہی مقدس چادر ہے جو خلفاء عید کے موقع پر اوڑھتے ہیں۔

اسی طرح معارف السنن میں مرقوم ہے کہ جو ردائے مقدس حضرت کعب بن زہیر کو حضور علیہ السلام سے بطور انعام کے ملی تھی آخر دم تک حضرت کعب بن زہیر کے پاس محفوظ رہی حضرت معاویہ بن سفیان نے اپنی حکومت کے زمانہ میں حضرت کعب بن زہیر سے یہ مبارک چادر خریدنی چاہی اور دس ہزار درہم کی پیش کش کی لیکن حضرت کعب بن زہیر نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ردائے مقدس

۱۔ اسد الغابة لابن الاثير ج ٤ ص ٤٥١

۲۔ معجم الصحابة لابن قانع ج ۲ ص ۳۸۱

کے مقابلہ میں کسی قیمت کو ترجیح نہیں دے سکتا"۔ پھر جب حضرت کعب بن زہیر کی وفات ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے وارثوں سے چالیس ہزار درہم میں خرید لی، حضرت معاویہ کے بعد یہ چادر بنوامیہ کے خلفا میں بطور میراث منتقل ہوتی رہی بنوعباس کے پہلے خلیفہ سفاح نے اسے بنوامیہ سے تین سو دینار میں خریدا اور پھر بنوعباس کے خلفا میں محفوظ رہی یہاں تک کہ جب تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد تباہ ہوا تو یہ ردائے مقدس بھی تاتاری لے گئے۔[۱]

یوں ہی شیخ ابراہیم باجوری چادر عطا فرمانے والی روایت نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

" ولذا قال اهل العلم هذه القصيدة هى التى حقها ان تسمى بالبردة لان المصطفى عليه الصلاة والتسليم اعطا كعبا بردتها الشريفة واما قصيدة البوصيرى فحقها ان تسمى بالبرأة"[۲]

یعنی اسی لیے اہل علم نے کہا ہے کہ اسی قصیدے کا حق ہے کہ اس کا نام "قصیدہ بردہ" رکھا جائے کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بردہ یعنی مبارک چادر عطا فرمائی تھی اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدے کو "قصیدہ براءت" کہا جانا چاہیے۔

قصیدہ بانت سعاد کے اشعار اور موضوعاتی تقاسمہ

قصیدہ بانت سعاد میں کل (۵۹) اٹھاون اشعار ہیں جو تین حصص پر مشتمل ہیں، پہلے حصے میں بارہ اشعار ہیں جو تشبیب پر مشتمل ہیں (جس میں محبوب کو خوب سراہا گیا ہے)۔

دوسرے حصے میں اکیس اشعار ہیں جو حضور علیہ السلام کی مدح وثنا اور طلب عفو پر مشتمل ہیں ۔

۱۔ معارف السنن ج ٦ ص ٥٣

۲۔ الاسعاد فی بانت سعاد ص ٥

تیسرے حصے میں چھبیس اشعار ہیں جو مہاجرین اصحاب کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہیں۔

اب تینوں موضوعات کو نموذج اشعار کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔

(الف)تشبیب (جس میں محبوب کو خوب سراہا گیا ہے)

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم اثرھا لم یفد مکبول

ترجمہ: سعاد جدا ہوگئی اور اس کی جدائی کے غم نے میرے دل کو بیمار کر دیا۔ دل اس کے نقش قدم کا اسیر ہے اور ایسا قیدی ہے کہ فدیہ ادا کر کے بھی اس آزاد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وما سعاد غداۃ البین إذ رحلوا
الا اغن غضیض الطرف مکحول

ترجمہ: صبح کے وقت جب سعاد اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ رخصت ہوئی۔ تو اس وقت ہرنی کی مانند اس کی آواز میں ترنم۔ نگاہیں جھکی ہوئیں اور آنکھیں سرگیں تھیں۔

(ب)حضور علیہ السلام کی مدح اور طلب عفو:

ان الرسول لسیف یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

ترجمہ: بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی تلوار ہیں کہ جن سے راہ حق کی روشنی حاصل ہوتی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں ایک عمدہ نیام سے نکلی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔

انبیت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ مأمول

ترجمہ: مجھے بتایا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری موت کا

فرمان جاری فرمادیا ہے۔ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کرم میں عفو ودرگزر کی امید کی جاتی ہے۔

(ج) مہاجرین اصحاب کی تعریف وتوصیف۔

لا یقع الطعن الا فی نحورهم
وما لهم من حیاض الموت تهلیل

ترجمہ: وہ صحابہ کرام ایسے ہیں کہ دشمنوں کی برچھیوں کے زخم ان کے سینوں پر ہی لگتے ہیں اور موت کے کنوؤں میں چھلانگ لگانے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

یمشون مشی الجمال الزهر یعصمهم
ضرب اذا عرد السود التنابیل

ترجمہ: صحابہ کرام سفید اونٹ کی چال (سرعت ووقار کے ساتھ) چلتے ہیں (میدان جنگ میں جاتے ہیں) اور ان کی ضرب کاری ہی ان کو دشمنوں سے بچاتی ہے جب کہ دشمن مست ہوکر گاتے ہیں۔

انصار کی مدح میں حضرت سیدنا کعب بن زہیر کے اشعار

حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح سے مہاجرین کی تعریف وتوصیف میں اشعار کہے اسی طرح سے انصار کی مدح میں بھی اشعار کہے چنانچہ ابن ہشام اس بابت ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ویقال ان رسول الله صلى الله علیه وآله وسلم قال له حین انشده بانت سعاد فقلبی الیوم متبول لو لا ذکرت الأنصار بخیر فانهم لذالك اهل فقال کعب هذه الابیات:

من سره کرم الحیاة فلا یزل
فی مقنب من صالحی الأنصار

ورثوا المكارم كابرا عن كابر
ان الخيار هم بنوا الاخيار

والبائعين نفوسهم لنبيهم
للموت يوم تعانق كرار

والقائدين الناس على اديانهم
بالمشرفى وبالقنا الخطار

يتطهرون يرونه نسكالهم
بدماء من علقوامن الكفار

دربواكما دربت ببطن خفية
غلب الرقاب من الاسود ضوارى

واذا حللت ليمنعوك اليهم
اصبحت عند معاقل الاعفار [۱]

ترجمہ: اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصیدہ بانت سعاد سنایا تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ کاش تم انصار کی بھی تعریف کرتے کیوں کہ وہ اس کے اہل ہیں تو حضرت سیدنا کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی شان میں کئی اشعار کہے یہاں ان میں سے چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

* جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ زندگی کی بزرگی اور شرافت سے محفوظ ہو تو اس کو چاہیے کہ انصار کے صالح مجاہد سواروں کے ساتھ رہے۔

۱۔ السيرة النبوية لابن هشام ،ج :٤، ص: ٢٨٩

* یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کی شرافت وبزرگی باپ داداکے ورثے میں چلی آتی ہے یعنی انصار نسلاً بعد نسل شرافت وبزرگی کے وارث ہوتے چلے آئے ہیں بے شک یہ حضرات لوگوں میں بہترین لوگ ہیں۔

* اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر سخت لڑائی کے دن اپنی جانوں کو موت کے عوض بیچ دینے والے ہیں۔

* یہ حضرات لوگوں کوان کے (باطل) دین سے ہٹانے والے ہیں،اپنی تلواروں اورمتحرک نیزوں کے ذریعے۔

* یہ حضرات (ایسے بہادر ہیں کہ) ان کفار کے خون سے طہارت حاصل کرتے ہیں جولٹکے ہوئے ہیں اوراسے وہ اپنے لیے عبادت سمجھتے ہیں۔

* یہ (دشمنوں پر) حملہ کرنے کے ایسے عادی ہوگئے ہیں جیسے موٹی اور بھری ہوئی گردن والے چیرپھاڑکرنے والے شیرعادی ہوتے ہیں۔

* اگرتم ان کے پاس جاؤکہ وہ تمہیں پناہ دیں توگویاتم اس جگہ پہونچ گئے جہاں پہاڑی بکروں کے بچوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔۔

صاحب قصیدہ بانت سعادکی وفات

حضرت سیدناکعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبول اسلام کے بعد دین کے ایک عظیم مبلغ بن کرخوب دین کی خدمت کی بالآخر خلیفہ دوم حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخر۲۶ھ میں وفات پائی۔

سیدنظامی اشرف الجیلانی میرانی
ولی عہد آستانۂ عالیہ سرکارشاہ میراں کھمبات شریف گجرات انڈیا

* * * * *

یادداشت